مسلسل اشاعت کے چھپن سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

664 / ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ دسمبر ۲۰۲۰

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

بانی: مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ

سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ﷺ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسْلِیمًا

جلد نمبر 56
شمارہ نمبر 3
ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ
دسمبر ۲۰۲۰

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

معاون مدیر: محمد اسلام حقانی

اس شمارے کے مضامین

- تعزیتی شذرہ : علامہ خادم حسین رضویؒ کی وفات، حضرت مولانا مفتی زرولی خانؒ کی جدائی، برادر مکرم مولانا ابن الحسن عباسیؒ کی جدائی "کاروان علم" کا مسافر "کاروان آخرت" کی جانب رواں، بابائے پشتو صحافت پیر سفید شاہ ہمدردؒ کی جدائی .... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- زندگی کیسے گزاری جائے .... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ ۸
- دارالعلوم دیوبند کے عظیم جشن بہاراں کا ایک منظر .... شیخ الحدیث مولانا انوار الحق مدظلہ ۱۲
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری .... مولانا عرفان الحق اظہار حقانی ۱۶
- مولانا سمیع الحق شہیدؒ: عالمگیر شخصیت .... مولانا مفتی محمد زرولی خانؒ ۲۵
- تصوف کی حقیقت .... مولانا حبیب الرحمن اعظمی ۲۹
- شورائی نظام سیاست اور اسلام .... بیرسٹر ظفر اللہ خان ۳۲
- ہمیں اپنے اسلامی نظام کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے .... جنرل مرزا اسلم بیگ ۳۸
- شیخ الحدیث مفتی محمد زرولی خانؒ (سوانح) .... مولانا محمد الیاس گھمن ۴۲
- اسلام کا نظام عدل .... پیر گوہر رحمان نقشبندی ۴۶
- بخارا، سمرقند اور ترمذ کا علمی، روحانی اور معلوماتی سفر .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۵۰
- افکار و تاثرات (حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب) .... ادارہ ۵۵
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۶
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۰

کمپوزنگ: بابر حنیف

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40 روپے۔ سالانہ -/400 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

664 / ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ دسمبر ۲۰۲۰

اهم اعلان

ماہنامہ ''الحق'' کا خصوصی نمبر

(ماہ جنوری تا مارچ ۲۰۲۱)

بیادشہید اسلام و ناموس رسالت امام الشہداء

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ

ان شاء اللہ ضخیم جلدوں میں عنقریب منظر عام پر آ رہا ہے۔

جس میں آپؒ کے تذکرہ و سوانح، فضل و کمال، عالمانہ و محققانہ عظمت شان محدثانہ جلالت قدر، تدریسی، تقریری، اصلاحی تصنیفی و جہادی اور سیاسی کارناموں پر مشتمل علمی و تاریخی وستاویز اہل علم و دانش کے دلچسپ تاثرات و مشاہدات افادت وملفوظات اور بے شمار جواہر پاروں کا حسین مجموعہ مولانا شہیدؒ کی ایمان افروز داستان حیات، شہادت اور سفر آخرت پر نامور اہل قلم کی طرف سے خراج عقیدت و محبت شامل ہیں۔

ماہنامہ ''الحق'' کے خریداروں کے لئے خصوصی رعایت، ابھی سے اپنا آرڈر بک کروائیں

دفتر ماہنامہ الحق، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

برائے رابطہ: 0315-9898998

editor_alhaq@yahoo.com

علامہ خادم حسین رضویؒ کی وفات

تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ علامہ خادم حسین رضویؒ ۱۹/نومبر ۲۰۲۰ کی اچانک وفات کی خبر نے پاکستان بھر میں صدمہ اور سنسنی کی ایک بڑی لہر پیدا کردی، بلاشبہ علامہ مرحوم دینی سیاست کے حوالے سے بساطِ سیاست پر نووارد اور صحت کے حوالے سے معذور تھے، لیکن آتے ہی ملک بھر میں توانا ولولہ اور غیر متزلزل عزم پر مبنی جذبہ پیدا کردیا اور بیمار ملت مسلمہ کے جسد میں حرارت خیز شعلہ بھڑکا دیا، بریلوی مکتب فکر میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانیؒ اور مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم کے بعد قومی سیاست کے افق پر علمی اور خطیبانہ انداز کے قد کاٹھ کے حوالے سے کوئی بڑا رہنماء نظر نہیں آرہا تھا۔ آپ آئے اور اپنی قلندرانہ و''جابرانہ'' انداز سیاست و خطابت سے اقتدار کے ایوانوں اور ریاستی اداروں میں کھلبلی اور بھونچال پیدا کر گئے۔ گوکہ آپ کی شخصیت کے کچھ پہلوؤں، طرز سیاست اور انداز گفتگو سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن مجموعی طور پر آپ کی شخصیت کا اس وقت زندہ رہنا لادین سیاستدانوں اور سیکولر نظام کے پشتبانوں کیلئے ایک کھلا چیلنج تھا، ۲۰۱۸ء میں آسیہ ملعونہ کی رہائی اوراس پر علامہ صاحبؒ کے تاریخی احتجاجی دھرنے نے تقریباً اسلام آباد کو ہلا کر رکھ دیا تھا پھر اس میں اضافہ اُس وقت ہوا جب مکتب دیوبند، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جامعہ حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ شہید ناموس رسالتؐ وشہید اسلام کی توانا و جراتمندانہ صدائے احتجاج بھی اس میں شامل ہوگئی اور کچھ ایسی بلند ہوئی کہ ریاست کے ایوانوں میں شور قیامت بپا ہوگیا بریلوی مکتب فکر کے ساتھ ساتھ مکتب دیوبند بھی اس احتجاج میں شامل ہوگیا اور پھر حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ جیسی قدآور، منجھی ہوئی دینی شخصیت، اسلامی سیاست کے سرخیل اور اتحادوں کے علمبردار بھی سینہ تان کر ناموس رسالتؐ کی حرمت وعصمت پر مقتدر قوتوں کے مقابلہ میں صف وآراء ہوگئے تھے، اس لئے پاکستان میں اکثریت یہ رائے رکھتی ہے (کہ حضرتؒ کے قتل میں بیرونی عوامل اور دشمنانِ اسلام کی سازش سے زیادہ ملکی عوامل اور ''اپنوں'' کی محضرنامہ پر مہر ثبت نظر آتی ہے) کہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کو اسی موضوع کی حساسیت اور جراتمندانہ اسٹینڈ لینے پر بیدردی کیساتھ شہید کردیا گیا تاکہ

ملعونہ آسیہ کیس اور دھرنے سے توجہ ہٹائی جائے اور مذہبی سیاست کا بڑھتا پریشر کسی طرح کم یا ختم کیا جاسکے اور بظاہر اس رائے میں زیادہ وزن بھی ہے اور پھر مقتدر قوتیں کامیاب بھی نظر آئیں کہ حضرت مولانا سمیع الحقؒ کو قربان کرکے اپنے مقاصد حاصل کرلئے اور فوراً ہی دھرنا اور سب کچھ بھی ختم کرادیا گیا لیکن حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عظمت وحرمت کیلئے یہ کلمہ حق بلند کیا تھا، وہ ہمیشہ ہی دینی تحریکات میں پیش پیش رہے اور اس طرح کے تمام اہم دینی وسیاسی ایشوز پر ہر مکتب فکر کیساتھ نتائج کی پرواہ کئے بغیر کھڑے نظر آتے، یہاں تک کہ ۸۳ برس کی عمر میں بھی جان ''جانِ آفرین'' کی اطاعت اور نبی خاتمؐ کی حرمت کیلئے نچھاور کردی ......

سلام اس ذاتؐ پر جس کے پریشاں حال دیوانے سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ وحیدرؓ کے افسانے

کرو کج جبیں پہ سر کفن میرے قاتلوں کو گماں نہ ہو کہ غرور عشق کا بانکپن پس مرگ ہم نے بھلا دیا

علامہ خادم حسین رضویؒ نے ۲۰۱۷ء کے اسلام آباد میں دھرنے کے بعد سیاست میں بھی حصہ لینا شروع کردیا۔ ۲۰۱۷ء میں انہوں نے تحریک لبیک کی بنیاد رکھی۔ تحریک انصاف، مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کے بعد تحریک لبیک ووٹوں کے لحاظ سے چوتھی پارٹی بن کر سامنے آئی تھی، آپ بلاشبہ عاشق رسولؐ تھے اور پاسبانِ ختم نبوت تھے، خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چوکیدار کہتے تھے، ناموس رسالتؐ کے حوالے سے جب کوئی معاملہ اٹھا تو وہ تڑپ اٹھتے تھے۔ فرانسیسی صدر کے گستاخانہ موقف پر انہوں نے اسلام آباد تک ریلی نکالی اور فیض آباد میں ایک بار پھر دھرنا دیا اور حکومت کے ساتھ مذاکرات میں اپنا موقف منوانے کے بعد دھرنے کے خاتمے کا اعلان کیا تھا اور پھر اس کے دو تین بعد حضرت پُراسرار انداز میں فوت ہوگئے، عاشق رسولؐ کا جنازہ دو دن کی تاخیر سے لاہور میں اسی طرح دھوم دھام سے ہوا جس طرح کہ شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور محافظ ناموس رسالتؐ ممتاز قادریؒ کے ہوئے تھے۔ ع عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اہل اقتدار واختیار تو حضرت علامہ رضویؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پس منظر میں چلے جانے پر دل میں خوش تو ہوں گے لیکن اس کرۂ ارض پر معرکہ حق وباطل کی یہ ابدی کشمکش صبح قیامت تک جاری رہے گی، طاغوتی قوتوں نے ہر دور، ہر زمانے اور ہر عہد میں حق کی آواز دبانے ومٹانے کی کوششیں کی ہیں۔ لیکن شمع حق اور چراغ مصطفویؐ بولہبی شراروں سے بجھایا نہ جاسکے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت علامہؒ کو جوار رحمت میں جگہ عطا کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ امین

حضرت مولانا مفتی زرولی خانؒ کی جدائی

پاکستان کے جید عالم دین ''احسن العلوم'' کراچی کے مہتمم مولانا مفتی محمد زرولی خانؒ بھی بقضائے الٰہی ۷ دسمبر ۲۰۲۰ کو وفات پاگئے ،مرحوم کی ساری زندگی علوم نبوی کی ترویج کی اشاعت میں گزری اور دینی مسائل کے نفاذ اور تشہیر میں کسی لگی لپٹی کے بغیر بیباکانہ انداز میں پیش کیا، آپ دینی علوم کی تشہیر میں مدارس اسلامیہ کے بڑے ترجمان تھے اور اس حوالے سے کسی بھی مصلحت اور کمزوری کے شکار نہیں ہوئے ، دور قحط الرجال میں جو لوگ دینی وملی سطح پر علمی اور تدریسی میدان میں مخلصانہ خدمات پیش کرتے رہے ان میں آپ کا نام نمایاں رہا، حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان رحمتہ اللہ علیہ یقیناً ایسے ہی خوش نصیب افراد میں سے ایک تھے جو زندگی بھر چراغ کی مانند جہالت کے اندھیروں میں علم ونور کی روشنیاں تقسیم کرتے رہے، آپؒ کے سانحہ ارتحال پر دینی حلقوں میں افسردگی کا سماں ہے، آپؒ کی علمی اور دینی خدمات ہماری نئی نسل کیلئے رہنمائی کا کام دیں گی، آپؒ بڑے متحرک، فعال اور دبنگ قسم کی شخصیت تھے ،جس سے اختلاف کرتے تو پھر ڈنکے کی چوٹ پر کرتے اور کبھی کبھی جوش خطابت میں تمام حدود وقیود کو بھی توڑ دیتے لیکن پھر بھی ان کی تلخ نوائی کو بڑے بڑے بزرگ خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر کے بے مزہ نہ ہوتے تھے ،ایک دو مرتبہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ماہنامہ ''الحق'' بھی آپ کی تندوتیز خطابت وکتابت کا نشانہ بنے لیکن اس کے باوجود بھی دوطرفہ تعلقات میں کمی نہ آئی اور نہ دل ماندگی ہوئی۔

مرحوم کی دینی وعلمی خدمات قابل تعریف ہیں انہوں نے ہمیشہ بلاتفریق عوامی مسائل اجاگر کئے ۔حضرت والد مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور دارالعلوم حقانیہ سے ان کا قریبی دینی وعلمی تعلق اور رشتہ داری بھی ہے، حضرت شہیدؒ کے ساتھ مولانا مرحوم کی خط وکتابت بھی ہوتی رہتی تھی، جس کو ''مکاتیب مشاہیر'' میں شامل کیا گیا ہے، حضرت مولانا شہیدؒ نے ''مکاتیب مشاہیر'' میں ان کے تعارفی حاشیہ میں ان الفاظ کے ساتھ تاثرات بیان فرمائے:''جہانگیرہ صوابی میں میرے ماموں حضرت مولانا عبدالحنان مدظلہ فاضل دیوبند کے حسن صحبت اور سعادت تلمذ نے علم کی تشنگی پیدا کی ۔ابتدائی تعلیم ان سے حاصل کی اور سعادتمند شاگرد نے آخر دم تک اپنے اولین شیخ کی خدمت اور وابستگی کی مثالیں قائم کیں، بالخصوص حضرت بنوریؒ کراچی کے علوم وفیوض کے چشمہ صافی سے سیراب ہوئے۔اپنے کمالات، خداداد صلاحیت وذہانت علوم ومعارف اکابر سے والہانہ استفادہ نے کراچی جیسے امّ البلاد

میں علم و فضل میں نمایاں مقام دیا۔ علم و فضل بلکہ مشیخت و سیادت کے باوجود خطوط کے لفظ لفظ سے تواضع و انکساری ان کی عظمت میں مزید اضافہ کررہی ہے ۔مدرسہ ''احسن العلوم'' کراچی کے نمایاں مدارس میں شامل ہے۔ اب ''الاحسن'' کے نام سے ایک وقیع علمی مجلہ بھی شائع کررہے ہیں، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں انکے بلندی، درجات اور ایصال ثواب کیلئے مغفرت اور ان کے فرزند مولانا انور شاہ صاحب سے تعزیت کی گئی۔

برادرمکرم مولانا ابن الحسن عباسیؒ کی جدائی

''کاروان علم'' کا مسافر ''کاروان آخرت'' کی جانب رواں

برادر مکرم حضرت مولانا ابن الحسن عباسیؒ ،ممتاز عالم دین ،ادیب ومصنف، مدیر ماہنامہ ''النخیل''، مہتمم جامعہ تراث الاسلام کراچی کے سانحہ ارتحال نے دل ودماغ کو نڈھال و معطل کر دیا ہے، یہاں پہلے ہی مسند علم وعرفان پر پے درپے علمی چراغوں کے بجھنے سے اندھیرا و ماتم بپا ہے، علمی و دینی حلقوں کو مسلسل صدموں پہ صدمے برداشت کرنے پڑ رہے ہیں، آپ کے تازہ حادثہ کے گھاؤ کے باعث قلم شدت غم سے تعزیتی کلمات لکھتے لکھتے خونِ دل اُگل رہا ہے۔

برادرم عباسی صاحبؒ کی وفات (۱۵ ردسمبر ۲۰۲۰) اور جدائی ایک ناقابل تلافی نقصان ہے، بالآخر ''کاروان علم'' کا مسافر ''کاروان آخرت'' کا ابدی مسافر بن گیا ......

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر ۔۔۔ اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

بلاشبہ آپ اس وقت پاکستانی مدارس اور طبقہ علماء وطلبا کی جانب سے بزم اردو اور مسند ادب پر ممتاز حیثیت سے متمکن وفائز تھے اور ہندوپاک کے علمی ادبی حلقوں میں آپ کی گرانقدر تصانیف کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

آپ ہمیشہ ماہنامہ ''الحق'' اور حضرت والد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی علمی و ادبی خدمات کے حوالے سے معترف رہتے اور بڑے فخر سے بیان کرتے کہ میری ابتدائی علمی وادبی ذہنی نشوونما میں حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور ماہنامہ ''الحق'' نے بنیادی کردار وآبیاری کی ہے، آپ خود بڑے ادیب، محقق اور انشا پرداز تھے لیکن راقم کے سفرنامہ ''ذوق پرواز'' اور دیگر ٹوٹی پھوٹی تحریروں پر بڑے فراخدلانہ مثبت انداز میں تبصرے فرماتے۔

عباسی صاحب مرحوم سے حضرت والدصاحبؒ کوبھی بڑی محبت تھی اوران کی گرانقدر بھیجی ہوئی کتابوں کوکئی کئی روز سرہانے رکھ کر پڑھتے اور بہت ہی خوشی کا اظہار فرماتے۔خود مجھے بھی عباسی صاحبؒ سے کئی امور میں ذہنی وفکری ہم آہنگی تھی اور بڑی بے تکلفی تھی افسوس کہ بیماری کے دوران ان سے براہ راست بات چیت نہ ہوسکی جس کا افسوس زندگی بھر رہے گا، آپ ایک دو مرتبہ اکوڑہ تشریف لائے تو ان سے بڑی خوشگوار ملاقاتیں رہیں، ابتداء میں آپ کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ بھی چلتا رہا لیکن بعد میں ٹیلیفون کی گفتگو نے سب کچھ ہواؤں میں اڑادیا۔آپ کے زیرادارت شائع ہونے والے وقیع ماہنامہ ''الخیل'' کی ادارت ومشاورت کے بورڈ میں راقم کو شامل کرنا چاہا تو باقاعدہ اجازت طلب کی ،جوان کے بڑے پن اورمحبت کی واضح دلیل ہے اوراس کے علاوہ بھی کئی مختلف مواقع پرفون کے ذریعے اپنے جذبات، احساسات اور ہمدردی کا اظہارفرماتے۔

مولانا ابن الحسن عباسیؒ کاتعلق ہمارے صوبہ کے پی کے ضلع ہزارہ سے تھا، آپ معروف عظیم صوفی وروحانی بزرگ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنیؒ کے علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن ساری زندگی شہر کراچی میں رہے، جامعہ فاروقیہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کی علمی تربیت وتوجہ سے کندن بن گئے تھے اور کم عمری ہی میں بڑے بڑے علمی وادبی کارناموں کی منزلوں کوسر کرگئے۔ کثرت مطالعہ کے باعث آنکھوں کی نظر بہت کمزور ہوگئی تھی لیکن پھر بھی لکھنے پڑھنے کا سلسلہ مرض کے مقابلہ میں بڑھتا ہی چلا گیا۔کافی عرصہ گردش لیل ونہار اور رہین ستم ہائے روزگار بھی رہے، ہرطوفان اور ہرلہر کا مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن علمی ادبی ذوق اور مصروفیات نہ کم ہوئیں نہ معطل ہوئیں۔آپ نے اپنا ادارہ بنایا ،اپنے مجلات جاری کئے۔

مولانا ابن الحسن عباسی تفکر وتدبر کے عادی، خاموش، سنجیدہ اور باوقار شخص تھے، جلسے جلوس، سطحی ہنگامی اور عام دلچسپی کے کاموں سے انہیں مناسبت نہ تھی، سستی شہرت اور نام ونمود سے بیزار تھے،ان کے تعلقات بھی زیادہ وسیع نہ تھے، عام تو درکنار خاص لوگوں سے بھی زیادہ اختلاط پسند نہ کرتے کیونکہ علمی اور تحقیقی کام کرنے والوں کیلئے یہی چیزیں بہت تباہ کن ہوتی ہیں، وہ خاموشی سے علم ودین کی خدمت ،درس وتدریس اور قلم وکتاب کی اشاعت کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے تھے، اپنے ہم مذاق دوستوں سے بڑی بے تکلفی سے ملتے اورنہایت دلچسپ اور پرلطف باتیں کرتے ایسے دوستوں پر ان کی ذہانت اور ظرافت طبع کے خوب خوب نمونے دیکھنے میں آتے ،اللہ تعالیٰ علم دین اور قلم وکتاب کے اس خادم کی مغفرت فرمائے اورانکے فرزند، اعزہ اور اہل تعلق کوصبر جمیل عطا فرمائے۔

بابائے پشتو صحافت پیر سفید شاہ ہمدردؒ کی جدائی

پشتو زبان کے معروف صحافی ،شاعر،ادیب اور پشتو زبان کے پہلے اخبار ''وحدت'' کے ایڈیٹر انچیف پیر سفید شاہ ہمدرد صاحب بھی گزشتہ دنوں ہمیں داغ مفارقت دے گئے،پیر صاحب نے پشتو زبان میں صحافت کے لئے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔آج سے ۷۰ برس قبل اس حوالہ سے متعدد پلیٹ فارمز پر اپنی صلاحیتوں کا اظہار شروع کیا،پھر رفتہ رفتہ ایک بڑے قومی پلیٹ فارم پر پشتو اخبار کی اشاعت کی ضرورت محسوس کی تو ابتداً کم وسائل اور بے یقینی کی کیفیت کے باوجود تو کلاً اخبار کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔اس وقت جہادِ افغانستان کی شروعات تھیں اور مخالفین کا میڈیا پر بھرپور قبضہ تھا لیکن آپ نے قلم کا مورچہ سنبھال کر پشتو زبان میں جہاد افغانستان کے مجاہدین کی ہر ممکن مدد کی اور ہر قسم کے خطرات کے باوجود اخبار کی اشاعت اور افغانستان میں ترسیل کا کام جاری رکھا،جس سے مجاہدین کا مورال بلند اور مخالفین کے حوصلے پست ہوئے،شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کیساتھ آپ کی بڑی گہری عقیدت ومحبت تھی (اپنے داماد مولانا ارشد علی قریشی صاحب کو بار بار یہ وصیت فرماتے کہ میرا جنازہ مولانا سمیع الحق صاحبؒ پڑھائیں گے)اسی لئے آپ نے اپنے برخورداروں اور پوتے کیلئے خاندان حقانی کے ساتھ کئی رشتے قائم کئے۔حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پیر صاحبؒ کو اپنے خاندان کا بھی بڑا بزرگ اور سرپرست گردانتے تھے،آپ کی شہادت کے بعد حضرت پیر صاحبؒ اس تعلق کو اپنی آخری سانسوں تک خاندان حقانی کی بھی سرپرستی فرماتے رہے۔آپ ایک انتہائی عابد زاہد اور نفیس الطبع انسان تھے،عمدہ اخلاق اور خندہ پیشانی آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے،مہمان نوازی ،صلہ رحمی ،سخاوت کے اوصاف سے بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں خوب خوب نوازا تھا۔آج سے ۲۶ سال پہلے ''الحق'' کی ادارت سنبھالنے کے بعد مجھ ناکارہ کی تحریروں کی حوصلہ افزائی فرماتے اور ایک دن حضرت والد صاحبؒ سے بڑی تعریف کی اور مجھے حکم دیا کہ اپنے نام کیساتھ ''سمیع'' کا لاحقہ ضرور لکھا کرو،اس تجویز پر حضرت والد صاحبؒ نے بھی پسندیدگی کا اظہار فرمایا،اس کے علاوہ بھی ہر چھوٹے بڑے کو عزت بخشتے ،اللہ تعالیٰ نے پیر صاحبؒ کو بڑے فرمانبردار وباکمال صاحبزادوں سے نوازا ہے۔جنھوں نے عمر بھر آپ کی بے مثال خدمت کی،خصوصاً برادرم امجد علی شاہ صاحب نے تو اس گئے گزرے دور میں خدمت کی انوکھی مثال قائم کی ہے۔اللہ تعالیٰ پیر صاحبؒ کی تمام مساعی جلیلہ کو قبول فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔امین

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوارالحق صاحب
ضبط وترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

زندگی کیسے گزاری جائے؟

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعدفاعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (البقرہ:۱۳۱)

''جب اس (ابراہیمؑ) سے اس کے رب نے فرمایا: مطیع بن جاؤ، فرمایا میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی۔''

دوطرح کی زندگی

میرے محترم دوستو! دنیا میں انسان دوطرح کی زندگی گزار رہے ہیں(۱)من مانی زندگی اور دوسری مسلمانی زندگی۔ بالفاظ دیگر اپنی چاہتوں کے موافق زندگی گزارنا اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق زندگی گزارنا، جولوگ رب چاہی زندگی گزارتے ہیں وہ دنیاوآخرت میں کامیاب وکامران رہیں گے، جب ہم نے اللہ تعالیٰ کوایک مانا اور جانا تب تک اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے مجاز نہیں ہیں، ہم وہ کھائیں گے جس کا رب ہمیں کھانے کا حکم دے، مثلاً فرمایا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (البقرۃ:۱۷۲)

اے ایمان والو! جو پاک حلال اورعمدہ چیزیں ہم نے تم کودی ہیں اسی سے کھایا کرو

مسلمانوں کا مقام

مسلمانوں کا مقام دیکھیں جن الفاظ کے ساتھ جن چیزوں کے کھانے کا حکم انبیائے کرام کو ہوتا تھا مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (المومنون:۵۱)

اے جماعت رسل پاک چیزیں کھالیا کرواوراعمال صالحہ کرتے رہو۔

ان ہی الفاظ میں مجھے اورآپ کوبھی ارشاد ہوتا ہے، اسی طرح مسلمان ہوکرہم وہ بچیں گے

جس کے پینے کا اس نے حکم دیا ہے، ہم ٹھنڈا پانی لذیذ شربت تو پی سکتے ہیں لیکن ٹھنڈی اور مزیدار شراب نہیں پی سکتے کیونکہ وہ ہمارے رب کی منشا اور مرضی کے خلاف ہے، یہاں تک کفار کے ان برتنوں میں پانی پینے سے ہمیں منع کیا گیا ہے جن برتنوں میں وہ لوگ شراب پیتے ہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہارا ذہن برتن سے مافی البرتن اور ظرف سے مظروف کی طرف چلا جائے اور آہستہ آہستہ آدمی شراب کا عادی نہ بن جائے۔

لباس میں احکام الٰہی کا اتباع

ہم مسلمان ہوکر وہ پہنیں گے جسکے پہننے کا اس نے حکم صادر فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں جیسے لباس سے منع فرمایا ہے اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے منع کر دیا ہے، عورتوں کو باریک اور تنگ لباس پہننے سے منع فرمایا ہے، حدیث شریف میں ہے، رب کاسیات عاریات فرمایا ہے بہت سی عورتیں کپڑے پہنے ہوئے برہنہ ہونگی، جس سے مسلمان عورت کو منع کیا گیا ہے۔

مسلمان وہ مال جمع کرے گا جس کا اس سے حکم ملتا ہے، مثلاً حلال تجارت کے ذرائع، بہر حال ایک بندۂ مومن کی پوری زندگی منشائے خداوندی کے مطابق ہونا چاہئے، جب اس نے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا یقین اور اقرار کرلیا، اس پر منشا رب ذوالجلال کے مطابق ہونا چاہیے، جب اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا یقین اور اقرار کرلیا اس پر منشاء رب ذوالجلال والاکرام کے موافق زندگی گزارنا لازم ہوگیا، اب وہ آزاد نہیں، اس کی اپنی مرضی نہیں ہے، آج تو نعرہ لگتا ہے میرا جسم میری مرضی، لیکن اس کا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، خرید وفروخت سب کچھ شریعت کے دائرے میں ہوگا۔

مقامِ رضا وتسلیم

ایک بندہ مومن اگر نکاح بھی کرتا ہے تو صرف شہوت پورا کرنے کے لیے نہیں بلکہ مقتضائے شریعت پر عمل کرنے کی نیت سے، بہر حال میرے محترم دوستو! کسی غلام سے پوچھا گیا تم کیا کھاتے ہو؟ فرمایا جو میرا مولا کھلائے، کیا پیتے ہو؟ فرمایا جو میرا مولا پلائے۔ فرمایا: کیا پہنتے ہو؟ تو کہا جو مولا پہنائے ۔اس نے کہا پھر تو تمہارا اختیار کہاں رہا؟ اس نے جواب دیا: میرے غلام ہونے کا مطلب ہی یہی ہے کہ میرا کچھ بھی اختیار نہیں، اسی طرح بندہ اپنا اختیار اور چاہت کو اللہ تعالی کی چاہت میں فنا کر دیتا ہے، اسی کو اصل طریقت، مقام رضا وتسلیم کہتے ہیں۔

جدھر مولا وہاں شاہ دولت

ہندوستان میں ایک بزرگ گزرے ہیں،ان کا نام شاہ دولت تھا، ان کے دور میں بہت بڑا سیلاب آیا،اس زمانے میں گاؤں کے گرد فصیلیں یعنی دیوار ہوا کرتی تھیں،اس کے اندر لوگ اکٹھے رہتے تھے تو سیلاب کا پانی چڑھ کر دیوار سے ٹکرانے لگا،لوگ آہ وزاری کرتے ہوئے شاہ دولت کے پاس آئے اور منت سماجت کی کہ خدارا عذاب ٹالنے کی اللہ تعالی سے دعا کیجیے۔ورنہ ہم سب تباہ ہوکر غرق ہوجائیں گے،اس بزرگ نے سن کر کدال لے کر دیوار کو منہدم کرنے لگے لوگ حیران و پریشان ہوئے اور آپ کو منع کرنے لگے کہ حضرت یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو اس نے ایک عجیب سا جواب دیا: فرمایا کیا تم لوگ مجھے اللہ سے لڑانا چاہتے ہو؟ اس کی منشا دیوار منہدم کرنا ہوگا اور میں کہوں کہ نہیں ۔منہدم نہ ہو تو اس کی منشا و چاہت کے خلاف میں کیسے کروں ۔لہٰذا جدھر مولا ادھر شاہ دولت۔یہی حال ایک مومن خالص کے لئے ہونا چاہئے،جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ارشاد ہوا

اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (البقرہ:۱۳۱)

ابراہیم سر تسلیم خم کرو فرمایا میں نے رب العالمین کی پوری تابعداری اختیار کرلی۔

پھر زمانے نے دیکھا کہ وہ کوئی ایسی آزمائش نہ تھی جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اپنے بیٹے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی قربانی کی فرمائش ہوئی تو دونوں باپ بیٹے نے سر تسلیم خم کر دیا،ارشاد ہوا فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ (صفٰت:۱۰۳) جب دونوں باپ بیٹا اللہ تعالی کے حکم کے آگے جھکے اور بیٹے کو ذبح کی خاطر منہ کے بل لٹا دیا،اوپر سے آواز آئی، وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ہم نے آواز دے کر کہا کہ اے ابراہیم قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ تیرا خواب تو نے سچ کر دکھایا اور اسی طرح ہم نے نیکوکاروں کو بدلہ اور عوض دے دیتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں تمام آنے والے انسانوں میں نیک لوگوں کو ان کے نیک کاموں پر بدلہ دینے کی بشارت ہے۔

مسلمان ہونے کی شرط

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ارشاد باری تعالی ہے :

وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرۃ:۱۳۱)

اے میرے بیٹو! تم نے اگر مرنا ہے تو مسلمان ہو کر مرنا، یہی مطلب ہے کہ دنیا میں اگر تم نے زندہ رہنا ہے تو بھی پوری طرح اللہ کے سامنے مطیع ومنقادرہ کر جینا اور اگر تمہیں موت آجائے تو ایسی حالت میں کہ تم اللہ کے مطیع وفرمانبردار رہو۔

مطلب یہ ہے کہ تمہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی منشا ورضا کو سامنے رکھنا ہے، اسی ایک آیت کو ہمیشہ پکارنا تب جاکر انسان مسلم یا مسلمان بن سکتا ہے۔

اللہ کی چاہت اور بندے کی چاہت

میرے محترم دوستو! جب بندہ اللہ تعالیٰ کی منشا ورضا کے مطابق زندگی گزارتا ہے پھر آگے جاکر اللہ تعالیٰ بندے کی ہر چاہت کو پورا کردیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ

جن لوگوں نے کہا، (یقین کرلیا) کہ ہمارا رب پروردگار صرف اللہ ہے، پھر اس پر استقامت اختیار کرلی ایسے لوگوں پر فرشتے بشارت لے کر اترتے ہیں اور کہتے ہیں تم کوئی خوف نہ کرو اور غمگین مت ہو اور اس جنت کی بشارت سن لو جس کا دنیا میں تمہارے ساتھ وعدہ ہو رہا تھا، ہم تمہارے ساتھی تھے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آج آخرت میں بھی، تمہارے واسطے تیار ہیں جو تمہارا دل چاہے اور جو چیز تم مانگو گے یہ پروردگار بخشنے والی مہربان رب کی طرف سے مہمان نوازی ہوگی۔

دو طرح کا اکرام

آپ نے دیکھ لیا دو طرح کا اکرام اس بندہ مومن کا ہو رہا ہے (۱) فرشتوں کا نزول، یہ کب ہوگا؟ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کوئی بندہ فوت ہو رہا ہو جانکنی کا وقت ہے تو چاروں طرف سے شیاطین آکر بندے کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، اگر اس کے کوئی رشتہ دار ماں باپ، یا کوئی دوست اور ساتھی اس سے پہلے وفات پاچکا ہے تو شیطان اسی کی صورت بنا کر قریب المرگ سے کہہ رہا ہے کہ مُت یهودياً فانه خيرالاديان یہودی مرجا کہ یہ سب سے بہتر دین ہے، دوسرا کہتا ہے کہ مُت نصرانياً فانه خيرالاديان نصرانی ہوکر مرنا کہ یہ سب سے بہتر دین ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فان الحليم ابن الحليم يتحير عند ذلك کہ یہاں آکر عقلمند آدمی عقلمند کا بیٹا حیران و پریشان ہوجاتا ہے کہ آپ کس کو مانو؟ جو سامنے شیاطین بیٹھے ہیں، وہ سمجھتا ہے کہ یہ میرے فوت شدہ ماں باپ ہیں یا کوئی جگری دوست ہیں۔ اس کا کسی طرح کہنا نہ مانو ہیں اسی وقت (بقیہ صفحہ ۴۱ پر)

(قسط ۵)

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب
مہتمم جامعہ حقانیہ و نائب صدر وفاق المدارس

دارالعلوم دیوبند کے عظیم جشن بہاراں کا ایک منظر

صد سالہ اجتماع دارالعلوم دیوبند کے لیے سفر کی دلچسپ روئیداد

احقر اور برادر بزرگ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنے والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور قائد ملت اسلامیہ مولانا مفتی محمودؒ کی معیت میں دارالعلوم دیوبند کے جشن صد سالہ منعقدہ مارچ ۱۹۸۰ء میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا تھا۔اس وقت جو مناظر‘اکابرین کی زیارت و ملاقات‘فضلاء دیوبند بالخصوص حضرت والد صاحب کی دستار بندی‘اور علماء و اولیاء کی صحبتیں نصیب ہوئیں،اپنی ڈائری میں طالب علمانہ رپورٹ لکھتا رہا۔ زعمائے ملت کے خطبات بھی سنے،حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کا مفصل خطبۂ استقبالیہ‘مولانا سید ابوالحسن ندوی کا انقلابی خطاب‘مولانا مفتی محمودؒ کی بصیرت افروز تقریر‘والد گرامی شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا مختصر مصلحانہ بیان اپنی تمام اداؤں کے ساتھ اب تک دل و دماغ کی سکرین پر ثبت ہے۔دنیا بھر سے آئے ہوئے ملتِ اسلامیہ کے زعماء کے خطابات‘مسئلہ فلسطین‘اسلامی ممالک کی رفتار سست اور انگریز کی دلچسپی کے وجوہ‘بین الاقوامی حالات‘دارالعلوم دیوبند کے قیام کا پس منظر‘تحریک حریت میں علماء حق کی قربانیاں،دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کا صد سالہ مجاہدانہ کردار‘برطانوی حکومت کے ظلم و استبداد کے واقعات اور برصغیر میں علماء کرام اور زعمائے اہل حق کی انگریز دشمن سرگرمیوں کی تفصیلات اور ان کے افکار عالیہ سے بھرپور استفادہ کا موقع ملا۔زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے امت کی علمی و دینی اور ملی قیادت کو لاکھوں کے مجمع سے ایک سٹیج میں یکجا خطاب کرتے ہوئے سُنا۔اس موقع پر جو کچھ میں نے دیکھا اور جس طرح سمجھا اس وقت کے مناظر اور حالات کے مطابق اپنی ڈائری میں محفوظ کرلیا تھا۔حسنِ اتفاق سے وہی ڈائری سامنے آگئی تو پُرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔دل میں خیال آیا کہ اکابر کا تذکرہ ہے،مبارک اجتماع کی دلچسپ علمی اور روحانی روئیداد ہے اسے بھی امت کے حضور پیش کردیا جائے،مگر یاد رہے کہ اس تحریر میں مقالہ نویسی والا تسلسل اگرچہ نہیں ہے،البتہ اس کی حیثیت ایک تاریخی یادداشت کی ضرور ہے جس سے تاریخ کے طلباء کو بھی بہت سا مواد مل سکتا ہے،پھر واقعات و حکایات کی چاشنی بھی ہے،اور ان کی روحانیت کی مٹھاس بھی‘علماء اولیاء‘صلحاء‘فضلاء اور اہل ایمان کی گہما گہمی بھی ہے،اور نصائح و مواعظ کی دلآویزی بھی،اور دارالعلوم دیوبند کے جشنِ صد سالہ کی ایک خوبصورت تصویر بھی۔اس کی اشاعت سے تاریخ بھی محفوظ ہوجائے گی اور قارئین پڑھیں گے تو حظ وافر حاصل کریں گے انشاءاللہ۔

دستارِفضیلت حاصل کرنے کے بعد مائیک پرآکرمختصراًخطاب بھی فرمایا۔ذیل میں نذرقارئین ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا خطاب

محدث جلیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ نے اپنی دستار بندی کے بعد اپنے مختصر خطاب میں فرمایا:

> ''یہ سب ان اکابر کی برکت اور دارالعلوم کا فیض ہے۔ہم میں سے اس کی ہرگز اہلیت نہیں،پورے برّصغیر میں دین کی اشاعت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ،مولانا محمود الحسنؒ،حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اورحضرت قاری صاحب مدظلہ اوران کے اکابر کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ان اکابر دارالعلوم کی کوششوں سے ملک آزاد ہوا اور دارالعلوم برّصغیر میں اسلامی بقاء اور اشاعت کا ذریعہ بنا۔دارالعلوم کوربّ العزت مزیدترقیوں سے نوازے۔''

قاری عبدالباسط کی تلاوت اور چاراکابر کی دستاربندی

اس کے بعدبھی چندافراد کی دستار بندی ہوتی رہی اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا گیا کہ کوشش کی جائیگی کہ ظہرکواجلاس میں دنیائے اسلام کے مشہورقاری عبدالباسط مصری کوایک بار پھرکلام مجید کی تلاوت کرنے کیلئے یہاں بلایاجائے۔اسی دوران حضرت قاری صاحب نے اعلان فرمایا کہ مدینہ طیبہ سے حضرت مولانا زکریاؒ نے چار دستار اپنے طلبہ کے ذریعہ بھیجے ہیں جن میں ایک مولانا اسعد مدنی دوسرا مولانا مفتی محمود الحسن تیسرامولانا سالم اور چوتھا بندہ حقیر (یعنی قاری محمد طیب صاحب) کیلئے ہے۔ چنانچہ ان چارافراد کی ان مبارک عماموں سے دستار بندی کی گئی۔بعض حضرات کی خواہش یہ تھی کہ یہیں سٹیج سے ہی دستاربندی کا یہ سلسلہ جاری رکھتے ہوئے تمام فضلاء کودستار دیے جائیں۔بہرحال کثرت فضلاء کی وجہ سے اور فضلاء کے وسیع وعریض پنڈال اور کیمپوں کے اطراف واکناف میں پھیل جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ ناممکن معلوم ہورہاتھا۔ابھی کارروائی جاری تھی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب پہلے تشریف لے جاچکے تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی والہانہ کیفیات

حضرت والد صاحب بھی تھک چکے تھے ویسے بھی یہ سفر دیوبند اور انڈیا ان کے ضعف اور

بیماریوں کے باعث ان کی طاقت سے باہر تھا اور ہم تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ اتنا طویل اور پر ہجوم سفر والد صاحب کر سکیں گے مگر رب العزت کی توفیق اور اپنے مادر علمی سے شغف اور بے پناہ محبت کی وجہ سے والد صاحب کے بدن اور چہرے پر وہ تھکاوٹ اور پریشانی نہ تھی جو کہ بالعموم اپنے گھر میں معمولی چلنے پھرنے اور ملنے جلنے میں ہو جاتی تھی۔ خوشی سے ان کا چہرا ہشاش بشاش رہتا تھا۔ اور اس پورے سفر میں کبھی بھی تھکاوٹ وتکلیف کا اظہار نہ فرمایا تھا چنانچہ والد صاحب کو سٹیج سے اتار دیا گیا اور ایک کار جس میں کراچی کے مولانا طاسین صاحب سوار تھے نے خود اتر کر حضرت والد صاحب کو بٹھایا تا کہ مولانا اسعد مدنی کے منزل تک پہنچایا جا سکے۔ بندہ اور مولانا قاری محمد امین ان کے پیچھے کچھ دیر پیدل چل کر پہنچ گئے۔ ظہر کے کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد کچھ دیر آرام کیا اور پھر دارالعلوم اور اس کے اردگرد اسٹالوں میں ادھر ادھر گھومتے رہے۔ خواہش تھی کہ ایک بار پھر ظہر اور عصر کے درمیان جلسہ گاہ کی طرف جا کر مزید کارروائی اور قاری عبدالباسط کی تلاوت سنی جائے۔ مگر دارالعلوم اور پنڈال کے درمیان مسافت، لوگوں کی آمدورفت کی وجہ سے غبار اور گرمی کی وجہ سے دوبارہ جانے کی ہمت نہ ہو سکی۔ ہم چونکہ اپنے کمرہ میں رہے جب شام کو والد صاحب کے پاس گئے تو معلوم ہوا کہ والد صاحب عصر کے بعد حضرت قاری محمد طیب صاحب کے مکان پر ان سے ملاقات کرنے کیلئے تشریف لے گئے تھے۔

دارالعلوم میں ایک تقریب جس میں مولانا سمیع الحق نے مقالہ سنایا

رات کو کھانے کے بعد دارالعلوم کے ہال میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں بندہ انتہائی مختصر وقت کیلئے شریک ہوا مگر مولانا سمیع الحق نے اس میں مقالہ سنایا جس کو اکثر شرکاء نے سراہا اور داد تحسین دیتے رہے۔ اس دن کئی ایسے احباب تھے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سہارنپور جو کہ دیوبند سے ۲۰، ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہے کی سیر بغیر ویزہ کر کے واپس آگئے۔ بندہ اور دیگر ساتھیوں کی بھی خواہش تھی کہ کم از کم سہارنپور جہاں پر ایک قدیم دینی ادارہ مدرسہ مظاہرالعلوم قائم ہے دیکھا جائے مگر چونکہ ہمارے ساڑھے آٹھ سو گروپ کا ویزا صرف دیوبند تک محدود تھا اس لئے شش وپنج میں رہے کہ کہیں غیر قانونی طور پر جانا مشکلات کا باعث نہ بن جائے مگر بہت سے لوگوں کے بغیر ویزا جانے اور بخیریت واپس آنے کی وجہ سے ہم نے بھی ارادہ کر لیا کہ صبح جلسہ کے اختتام پر کچھ وقت کیلئے سہارنپور ضرور جائیں گے۔ اکثر دیوبند آنے والے غیر ملکی حضرات کی خواہش تھی کہ دہلی کا ویزہ بھی اگر مل جائے تو یہ سفر مزید خوشگواری کا باعث بن جائے گا۔

سہارنپور اور دہلی کی سیر کے عزائم

چانچہ اکثر احباب حضرت مولانا اسعد مدنی کے پیچھے جنکا انڈیا حکومت میں کافی اثر ورسوخ ہے لگے رہے کہ ہمارے ویزوں کا بندوبست کریں ۔انہوں نے وعدہ فرمایا کہ انشاء اللہ مزید مقامات کے ویزے لگانے کا مرحلہ حل ہوجائے گا۔ وہ اس دوران حکام بالا کے ساتھ اس سلسلہ میں رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے ۔اتوار ۲۳ مارچ کو صبح کی نماز و دیگر معمولات سے فراغت کے بعد جب دارالعلوم کے احاطے سے نکل کر حضرت مدنی کے مہمان خانہ میں والد صاحب کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی تو وہاں پر مولانا فضل الرحیم لاہور اور قاری سعید الرحمٰن راولپنڈی جو ۲۲ مارچ کو بذریعہ کار دیوبند پہنچے تھے سے ملاقات ہوئی تھی ۔

ایک بار پھر جلسہ گاہ میں

یہاں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد میں اور فضل الرحیم صاحب مولانا قاری محمد طیب صاحب کے مکان طیب منزل گئے اور وہاں کچھ دیر بیٹھے باہر آئے تو معلوم ہوا کہ حضرت والد صاحب بمع مفتی صاحب اجتماع آخری اجلاس میں شرکت کیلئے جلسہ گاہ تشریف لے گئے ۔ چنانچہ میں مولانا فضل الرحیم ناظم صاحب ، حاجی ممتاز خان ، حافظ لطف الرحمٰن جہانگیرہ اور اجمیر خان بھی جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے ۔ جلسہ گاہ پہنچے دیکھا اسٹیج مکمل بھرا پڑا تھا ۔کوئی کرسی بھی خالی نہ تھی چنانچہ ہم سب ساتھی سٹیج ہی پر پچھلے حصہ میں کھڑے ہوگئے ۔

مولانا اسعد مدنی کا خطاب

جس وقت ہم سٹیج پر چڑھ رہے تھے حضرت قاری صاحب مائیک پر اعلان فرمارہے تھے کہ اب آپ کے سامنے شیخ الاسلام مولانا مدنی صاحب کے فرزند اور جمعیۃ علمائے ہند کے سربراہ مولانا اسعد مدنی خطاب فرمائیں گے ۔مولانا مائیک پر تشریف لاکر خطاب کرنے لگے مختصراً یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ دارالعلوم کی تاسیس بالکل الہامی ہے، انگریزوں سے نجات اور آزادی حاصل کرنے میں دارالعلوم کا عظیم حصہ ہے۔ نیز جمعیۃ علمائے ہند جو کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق اور آزادی کے محافظ اور ان کے طرف سے جنگیں لڑتی ہے اسی دارالعلوم کی پیداوار ہے۔ اور مختلف اعداد وشمار سے ثابت کررہے تھے کہ جمیعۃ نے جو کہ اسی دارالعلوم کا ذیلی ادارہ ہے کتنے ہزار مساجد اور مدارس تعمیر کیے اور مسلمانان ہند کے عروج کیلئے کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے ۔اور یہ کہ ہندوستان کے پندرہ کروڑ مسلمان عزت ووقار کی زندگی یہاں گزاریں گے اور انشاء اللہ یہاں کسی کو ایسی جرأت اور ہمت نہ ہوگی کہ ان مسلمانوں کو اپنے مکانوں اور آبادیوں سے نکال سکیں ۔

(قسط ۸۰) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی

استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۸ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب، اہل محلہ وگردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے، آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیران ذوق مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔ یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال و سوانح کے لئے بھی ایک بنیادی و اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب و روز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہیں...... (مرتب)

مولانا عبدالحق کی رحلت کا عالمگیر سوگ اور تعزیتی اقتباسات

جناب قائمقام چیئرمین:

شکریہ جناب نوابزادہ جہانگیر شاہ صاحب۔

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم، میں جناب مولانا صاحب سے ذاتی طور پر بھی واقف تھا، اور ذہنی طور پر بھی متاثر تھا۔ جہاد تین قسم کا ہوتا ہے، ایک جہاد نفس سے ہوتا ہے، ایک جہاد مال سے ہوتا ہے، ایک جہاد قلم سے ہوتا ہے، اس نے قلم کا جہاد ساری عمر جاری رکھا، اس نے اسلام کی تبلیغ کی اور اپنے مدرسہ حقانیہ سے ہزاروں کی تعداد میں طلباء صاحب علم ہوئے اور ملک میں پھیل گئے، اسلام کا ٹمٹماتا

ہوا چراغ جو انگریزوں کے بعد اس ملک سے ناپید ہونے کے درپے تھا اس شمع کو اس نے نہیں بجھنے دیا، یہ ان کا ملک پر بڑا احسان ہے۔ اجر تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ جو اجر دیتا ہے وہ ہمارے اجر سے ہزار گنا بہتر ہے، انہوں نے اللہ کے دین کی خدمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں وہ مقام دے گا جس کے وہ حقدار ہیں، جب ہم آخرت میں ملیں گے تو ہمیں یہ حیرت ہوگی کہ جس شخص نے ساری عمر ایک کوٹھڑی میں، ایک کمرہ میں صرف تبلیغ دین کے لئے گذاری ہو، اس کا مقام کہاں ہے اور وہ لوگ جو تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور عیش وعشرت میں ڈوبی ہوئی زندگیاں گذارتے تھے، وہ کہاں ہیں۔

دین کی خدمت انسان کا سب سے اولین فرض ہے، دین کو اپنے آپ پر نافذ کرنا اور دوسروں کو بتانا، نہ صرف بتانا بلکہ عمل کر کے دکھانا ہی دین کی اصل خدمت ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ وہ بات نہ کہو جو تم نہیں کر سکتے، انہوں نے وہی بات کہی جو خود بھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی بتاتے تھے۔ جب کوئی شخص ہم سے جدا ہو جاتا ہے تو دوسرے انسان بے بس ہو جاتے ہیں، کسی کا بھی کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ جانے والے کو روک سکے۔ صرف ہم اس کے لئے دعا کر سکتے ہیں۔ اس کی مغفرت کے لئے دعا کر سکتے ہیں اور اس مدرسے کی خدمت کرنی چاہئے، جہاں وہ دین کی تعلیم دیتے تھے، تاکہ وہ مرجھا نہ جائے بلکہ اس میں اور بالیدگی اور زندگی آنی چاہئے تاکہ وہ اس قابل ہو جائے کہ یہاں سے دین کی تبلیغ کے لئے زیادہ مبلغ پیدا ہوں، اس زمانے میں دین کے بارے میں لوگوں کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ بس یہ تو ایک ملاؤں کا نظام ہے، میں عرض کرتا ہوں کہ یہ بات نہیں ہمیں تو چاہئے کہ ہم دنیا کو سائنٹیفک طریقے سے دنیا کو بتائیں گے کہ اگر آپ نے بہتر زندگی گذارنی ہے اور انسانوں کی خدمت کرنی ہے، سماج کو بہتر بنانا ہے تو صرف یہی دین ہے جو کہ قرآن وسنت میں ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے ایک کام اور فکر چھوڑ گئے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم اس ادارہ کی مدد کریں، یہ خدمت ان کی خدمت ہوگی، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور یہ توفیق دے کہ وہ بھی دینی معاملات میں اسی طرح منہمک رہیں جس طرح وہ رہتے ہیں اور یہ لوگوں کی خدمت کریں۔

جناب قائمقام چیئرمین: اب میں پروفیسر خورشید احمد صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا مانگیں۔

جناب وسیم سجاد وفاقی وزیر انصاف و پارلیمانی امور

جناب والا! (میں بھی کچھ کہوں گا)

جناب قائم مقام چیئر مین: جناب وسیم سجاد صاحب!

Sir, on behalf of the Goverment, I would like to join in supporting this solution, The late Moulana Abdul Haq was a great religious scholar and a political leader of distinction, He has left behind a large number of students and followers all over the country.The President of Pakistan himself Sir, the Sr, Minister and the other Ministers participated in the funeral of the late Maulana which shows the high respect which ho carried all over the country, Sir, I would join in praying that Allah, almighty, nest his soul in peace and his family be given eouegge to bear this irreparable loss and all the followers and friends and students that he has left behind, be, given courage to bear this great loss that they have suffered. Thank you Sir.

جناب قائم مقام چیئر مین: پروفیسر خورشید صاحب! دعا مانگئے! (اس موقع پر ہاؤس نے مولانا عبدالحقؒ کی روح کے ایصال ثواب کے لئے دعا مانگی)

جناب قائم مقام چیئر مین: جو قرارداد، طارق چوہدری صاحب نے پیش کی ہے وہ میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ ''یہ ایوان مولانا عبدالحق مرحوم کی وفات پر گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کرتا ہے اور اس ایوان کے معزز ممبران ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے قرب میں بہترین مقام عطا فرمائے اور یہ کہ اس قرارداد کی ایک نقل مرحوم کے لواحقین کو بھجوادی جائے۔'' (آوازیں ......منظور ہے) قرارداد منظور کی گئی۔

تعزیتی ٹیلی گرام

اعیان مملکت، اراکین قومی اسمبلی و سینٹ وزراء سفراء و مشاہیر ملک و ملت

صدر مملکت غلام اسحاق خان

مجھے آپ کے نامور والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی وفات کے بارے میں سن کر گہرا صدمہ پہنچا، ازراہ کرام میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔ مولانا مرحوم ممتاز عالم دین تھے، جنہوں نے اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کی اشاعت کیلئے وقف کردی تھی، مرحوم دارالعلوم حقانیہ کے بانی تھے، جنہوں نے ہزاروں کی تعداد میں ممتاز علمائے دین پیدا کئے جو پاکستان میں اور بیرون پاکستان اسلام کی

اشاعت میں مصروف ہیں، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت عطا فرمائے، آپ کو اور آپ کے سوگوار خاندان کے افراد کو اس نا قابل تلافی نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
حامد ناصر چٹھہ اسپیکر قومی اسمبلی اسلام آباد

آپ کے والد محترم کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا، اللہ تعالی آپ کو اور آپ کے سوگوار خاندان کے دیگر افراد کو اس نا قابل تلافی نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔
سید فضل آغا چیئرمین سینٹ اسلام آباد

آپ کے نامور والد مولانا عبدالحق کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا، میری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے، مولانا عبدالحق ممتاز مذہبی شخصیت تھے۔
محمد اسلم خان خٹک وفاقی وزیر مواصلات ایبٹ آباد

آپ کے محبوب والد مولانا عبدالحق کی وفات کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت عطا فرمائے اور آپ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔
وسیم سجاد وفاقی وزیر عدل وانصاف اسلام آباد

آپ کے نامور والد کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا، اللہ تعالی مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔
ڈاکٹر محبوب الحق وزیر خزانہ، اسلام آباد

آپ کے والد محترم مولانا عبدالحق کی وفات پر میری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے، آپ کی وفات ملک وقوم کے لئے نا قابل تلافی نقصان ہے، اللہ تعالی اس صدمہ جانکاہ پر آپ کو صبر کی توفیق بخشے اور آپ کی مدد فرمائے۔
سردار فتح محمد حسنی وزیر مملکت مواصلات اسلام آباد

آپ کے والد کے سانحہ ارتحال پر دلی صدمہ ہوا، خدا تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ سے نوازے آپکو اور آپ کے خاندان کو اس نا قابل تلافی نقصان کا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
سردار عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر مظفر آباد

آپ کے نامور والد محترم کی وفات کی خبر سن کر بہت زیادہ دکھ ہوا۔ یہ واقعی بہت بڑا قومی

نقصان ہے، میری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے! اللہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کو اور خاندان کے دیگر سوگوار افراد کو اس صدمے کی برداشت کی توفیق بخشے۔

مخدوم محمد سجاد حسین قریشی گورنر پنجاب لاہور

آپ کے محبوب والد کی وفات کی خبر سن کر بے حد صدمہ پہنچا، آپ کی وفات سے ہم ایک مذہبی عالم اور محب وطن سے محروم ہو گئے، جنہوں نے اسلامی تعلیمات کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت سے نوازے۔

اقبال احمد خان سکریٹری جنرل پاکستان مسلم لیگ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی وفات کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ اپنے سوگوار خاندان کے افراد کو میری دلی تعزیت بتایئے! اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔ آپ ان کے عظیم مشن کو جاری رکھیں۔

میر ظفر اللہ خان جمالی وزیر اعلیٰ بلوچستان کوئٹہ

اپنے نامور والد کی وفات پر میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو ابدی سکون سے نوازے۔

وفاقی سکریٹری وزارت حج، اسلام آباد

آپ کے والد محترم کی وفات کی خبر سن کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ آپ کے والد محترم پاکستان کے لئے ذریعہ حوصلہ افزائی تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نقصان پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

سفیر سعودیہ عرب، اسلام آباد

آپ کے ممتاز والد کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون میں پر خلوص تعزیت پیش کرتا ہوں۔

جسٹس انوار الحق کراچی

اپنے محبوب والد کی وفات پر دلی تعزیت قبول کیجئے! اللہ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ وہ بیشک بڑے مذہبی عالم اور بڑے سیاستدان تھے۔ ان کا انتقال ناقابل تلافی نقصان ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ اور مرحوم کے دیگر پیروکاروں کو اس نقصان پر صبر کی توفیق بخشے۔

محمد خان جونیجو صدر پاکستان مسلم لیگ اسلام آباد

آپ کے والد اور ہمارے ساتھی مولانا عبدالحق صاحبؒ کی رحلت پر صدمہ اور تعزیت قبول کیجئے! ایک قومی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے رحمت میں جگہ دے۔

سینیٹر صاحبزادہ الیاس، ایبٹ آباد

اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔

سپیکر، ملک محمد علی سابق ڈپٹی چیئرمین سینٹ

آپ کے نامور والد محترم مولانا عبدالحقؒ کی وفات کی خبر سن کر بہت زیادہ دکھ پہنچا۔ اللہ مرحوم کو مغفرت سے نوازے اور ساتھ ہی اس عظیم ذاتی اور قومی نقصان پر آپ کو اور آپ کے سوگوار خاندان کے دیگر افراد کو صبر کی توفیق بخشے۔

سینیٹر سید فصیح اقبال کوئٹہ

آپ کے نامور والد محترم مولانا عبدالحقؒ کی وفات کی خبر سن کر بے حد صدمہ پہنچا، حضرت مولانا مرحوم لوگون کے لئے محبت اور شفقت کا نمونہ تھے۔ اللہ ان کی روح کو ابدی مسرتوں سے نوازے۔ آپ کو اور آپ کے خاندان کے دیگر افراد کو اس عظیم نقصان پر صبر کی توفیق بخشے۔

سینیٹر احمد میاں سومرو

مولانا عبدالحقؒ کی وفات پر دلی تعزیت قبول کیجئے! اللہ انکی روح کو خوشیوں سے نوازے۔

نوابزادہ محسن علی خان صوبائی وزیر خزانہ ایبٹ آباد

آپکے عظیم والد مولانا عبدالحقؒ کے انتقال کی خبر انتہائی صدمہ کا باعث بنی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کو اس عظیم نقصان کا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔

سینیٹر نبی بخش زہری

آپ کے والد کے انتقال پر صدمہ ہوا، حق تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

سینیٹر نیر آفریدی کوئٹہ

میری جانب سے اپنے عظیم والد کی رحلت پر دلی تعزیت قبول کیجئے۔

سینیٹر چوہدری رحم داد

اس افسوسناک خبر سے انتہائی دکھ پہنچا، صرف آپ اپنے والد سے نہیں بلکہ قوم ایک عظیم مذہبی رہنما سے محروم ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

جسٹس عثمان علی شاہ کراچی

براہ کرم میری جانب سے اپنے والد کے انتقال پر دلی تعزیت قبول فرمایئے! خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے، جو آپ کو اس نا قابل تلافی نقصان کا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ملک سید خان محسود سابق ایم این اے

میری جانب سے اپنے عظیم والد کی رحلت پر دلی تعزیت قبول فرمائے، اللہ مغفرت فرمائے۔

سردار شیر باز مزاری صدر این ڈی پی کراچی

میری جانب سے اپنے والد کے انتقال پر دلی تعزیت قبول فرمایئے! اسلام کیلئے ان کی عظیم خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔

جان محمد عباسی امیر جماعت اسلامی سندھ

میری جانب سے اپنے والد مولانا عبدالحقؒ کے انتقال پر دلی تعزیت قبول فرمایئے! نفاذ شریعت اور اشاعت علوم دینیہ کی عظیم خدمات قوم یادرکھے گی اللہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت جگہ دے۔

غلام دستگیر سابق وفاقی وزیر، گوجرانوالہ

آنجناب کے والد کی رحلت پر دلی صدمہ ہوا، میری جانب سے تعزیت قبول فرمایئے، حق تعالیٰ مغفرت نصیب فرمائے۔

صاحبزادہ فاروق علی سابق اسپیکر قومی اسمبلی ملتان

مولانا عبدالحق صاحب کی وفات پر دلی صدمہ ہوا حق تعالیٰ مغفرت نصیب فرمائے، تمام خاندان کے غم میں شریک۔

محمد ایوب خان اسپیکر آزاد کشمیر اسمبلی

آپ کے والد کے اچانک سانحۂ ارتحال پر دلی صدمہ ہوا۔ مرحوم ایک غیر معمولی عالم دین تھے، خداوند کریم درجاتِ عالیہ سے نوازے اور مغفرت نصیب فرمائے اور آپ کو اس نا قابل تلافی

نقصان کا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔

اسماعیل حمودی حسین سفیر عراق، اسلام آباد

آنجناب کے محبوب والد کے انتقال پر شدید صدمہ ہوا۔ از راہ کرم ہماری جانب سے دلی تعزیت قبول فرمایئے، مرحوم کو خدا تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ کو اس ناقابل تلافی نقصان اٹھانے کا حوصلہ عطا فرمائے۔

ائیر مارشل ریٹائرڈ سابق ایم این ایم نور خان

آپ کے نامور والد محترم کی وفات کی خبر سن کر مجھے بہت زیادہ رنج پہنچا۔ میری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو ابدی سکون سے نوازے، آپ کو اور آپ کے سوگوار دوسرے افراد کو اس ناقابل تلافی نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔

خواجہ محمد حمید الدین سیالوی سینیٹر سیال شریف

ممتاز عالم دین مولانا عبدالحق کی وفات کی خبر سن کر بے حد صدمہ پہنچا۔ اللہ مرحوم کی روح کو ابدی مسرتوں سے نوازے، آپ کو اور آپ کے سوگوار خاندان کے دیگر افراد کو اس ناقابل تلافی نقصان پر صبر کی توفیق بخشے۔

سینیٹر غلام فاروق کراچی

حضرت مولانا عبدالحق کی وفات کی خبر سن کر گہرا صدمہ ہوا۔ مرحوم نے اسلام کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کی تھی۔ میرے پورے خاندان کا مرحوم سے گہرا تعلق تھا، ہماری طرف سے دلی تعزیت قبول کیجئے! اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

سید فخر امام سابق سپیکر، ملتان

مولانا کی وفات پر بے حد دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر کی توفیق بخشے۔

جاوید ہاشمی سابق ایم این اے

مولانا عبدالحق کی وفات کی خبر سن کر بے حد صدمہ پہنچا، اللہ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد، راولپنڈی

میں آپ کو اور آپ کے خاندان کے افراد کو اس موقع پر تعزیت پیش کرتا ہوں۔

حمزہ سابق ایم این اے گوجرہ

آپ کے عظیم والد کی وفات پاکستان میں اسلامی قوتوں کا بہت بڑا نقصان ہے، وہ مشہور عالم دین تھے، جنہوں نے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی پھیلائی اور ساتھ ہی ساتھ افغانستان

گوہر ایوب خان ایبٹ آباد

آپکے والد کی وفات کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ اللہ مرحوم کو ابدی سکون عطا فرمائے۔

ریاض دولتانہ ایم این اے لاہور

آپ کے بے حد محترم اور عظیم مذہبی رہنما والد کی وفات حسرت آیات پر بہت زیادہ رنجیدہ ہوا۔ میری دلی تعزیت قبول کیجئے! اللہ تعالیٰ آپ کو اس نقصان کو برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔

جمال سید میاں سینیٹر اسلام آباد

آپ کے محترم والد کی وفات کی خبر سن کر بہت زیادہ صدمہ پہنچا۔ میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔ اللہ مرحوم کی روح کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

عطا محمد خان لغاری سابق ایم این اے

علامہ عبدالحق کی وفات حسرت آیات پر دلی تعزیت قبول کیجئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

سید اصغر علی شاہ سابق ایم این اے راولپنڈی

آپ کے نامور والد کی وفات کی خبر سن کر بہت زیادہ دکھ ہوا۔ آپ پاکستان میں اسلام کے مضبوط ستون تھے۔ آپ کی وفات بہت بڑا قومی نقصان ہے۔ میری دلی تعزیت قبول کیجئے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی، لکھنؤ، بھارت

آپ کے نامور والد محترم کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر بے حد دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

میاں فضل حق ناظم جمعیت اہل حدیث لاہور

حضرت مولانا عبدالحق کی وفات پر بے حد صدمہ پہنچا جو عظیم مقبول رہنما تھے، اور پاکستان کا اثاثہ تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت سے نوازے۔

شیخ التفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان
مہتمم جامعہ احسن العلوم کراچی

مولانا سمیع الحق شہید: عالمگیر شخصیت

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
پیدا کئے فلک نے جنہیں خاک چھان کر

حضرت مولانا محمد زرولی خان صاحبؒ نے یہ مضمون خصوصی شہید نمبر کے لئے اپنی زندگی کے آخری ایام اور بیماری کے باوجود ہمیں ارسال فرمایا تھا ، جونذر قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

مولانا موصوف بیک وجود محدث مفسر ،فقیہ اور اُمتِ مسلمہ کے عظیم سرمایہ تھے۔شاید ہی پاکستان میں خیر ورشد کا کوئی میدان ہو یا تنظیم جس کے مولانا سرپرست اور رہنما نہ ہوں ، یہ اُن کے عظیم پدر شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ (سابق استاذ دارالعلوم دیوبند) کے چشمہٗ فیاض سے سیراب ہونے کا ایک مظہر تھا جبکہ مولانا کے سگے ماموں حضرت الاستاذ مولانا عبدالحنان صاحب جہانگیروی نور اللہ مرقدہ فاضل دیوبند کیساتھ قرابت اور نسبت کا بھی اثر واضح تھا، مولانا مرحوم موجودہ (نئی) حکومت کیلئے نرم گوشہ رکھنے کے باوجود اُنکے ناموزوں اقدامات پر اپنی ناراضگی اور احتجاج کا مظاہرہ کرتے تھے اور اسی سلسلے میں اُن کا راولپنڈی اسلام آباد جانا ہوا اور وہاں پر قضاء وقدر اور مشیت ایزدی کا ظہور مولانا کی شہادت کی شکل میں پیش آیا۔مولانا مرحوم اپنے گھر میں آرام فرمارہے تھے غالباً عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا۔اسی دوران کسی خونخوار اور جہنمی نے آپ پر چھروں سے وار کرکے آپ کو ابدی نیند سلادیا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

چھٹی صدی ہجری میں ہندوستان کے عظیم فاتح شہاب الدین غوری رحمہ اللہ کو اعداء دین نے اسی طرح جہلم کے آس پاس جب وہ اپنے وطن غورستان ہندوستان میں پرتھوی راج کو عبرتناک شکست دے کر تشریف لے جارہے تھے تو حالت خواب میں دشمنوں نے تہہ تیغ کیا تھا۔

چونکہ میرے استادِ اول اور مربی کامل حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ کے آپ سگے بھانجے تھے اس لئے پیر خانے کی نسبت سے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ساتھ بھی قرب ومحبت دیدنی رہی۔ آپ کی دریائی شفقت ،شایان شان عطوفت اور ایک عظیم مقتدر زعیم ملت کے طور طریقوں نے اور تسلسل احسانات نے مجھے ہمیشہ اُن کے کمالات اور خوبیوں کا گرویدہ رکھا۔حضرت والا مرحوم کے علم وعمل کی جامعیت کا اور اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانے کا جذبہ وایثار دیدنی تھا۔

حضرتؒ کی شہادت سے قبل دس پندرہ دن پہلے اُن کی خدمت میں اکوڑہ خٹک جانا ہوا اور ان کو موجودہ حکومت کے بارے میں عاجزانہ طالبانہ درخواست کی جس کو انہوں نے قدر وشکر اور عظمت کے پیمانے سے قبول فرمایا اور اولین فرصت میں نئے سیٹ اپ سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کا وعدہ فرمایا۔ میں حرمین شریف کے سفر پر روانہ ہوا تھا ،مکہ مکرمہ کے مناسک سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ ایام گزار کر آخری دن جمعۃ المبارک کی شام کو غالبًا یہ وحشت ناک ،سوہان روح اور ناقابل تلافی خبر سننے میں آئی۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ ایک عالمگیر شخصیت

زعیم ملت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب شہید رحمہ اللہ کائنات کی بزرگ ترین شخصیت، استاد دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک کے فرزند ارجمند تھے۔ میرے استاد اور شیخ فخر ومغر حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ کے سگے بھانجے تھے اور میرے استاد مولانا عبدالحنان اور حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب دیوبند سے پڑھے ہوئے تھے۔حضرت مولانا عبد الحق صاحب ۱۹۳۱ء میں فاضل ہوئے تھے وہ عمر میں بڑے تھے ،حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ۱۹۳۳ء میں فاضل ہوئے تھے جبکہ استادگرامی قدر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ ۱۹۲۹ء میں فاضل ہوئے اور استادمحترم حضرت مولانا لطف اللہ صاحب ۱۹۲۷ میں فاضل ہوئے تھے۔

بڑی مشقت اور قربانیوں سے دارالعلوم حقانیہ قائم ہوا ہے ،وہ ایک داستان ہے درد وغم کی وہ ایک داستان ہے انبیاء اور اولیاء کے متفرقات اور منتشرات کی۔ آج وہ اتنا عظیم مدرسہ ہے کہ ہزاروں طلباء ہیں وہاں ،صرف دورۂ حدیث میں اُن کے یہاں ۱۷۰۰ طلباء ہوتے ہیں جن کو حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ درس دیتے تھے۔ ہمارے مخدوم دوست قافلہ حق کے آخری سالار اور اہل حق کی آن بان حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ بھی وہیں کے پڑھے ہوئے ہیں اور پہلی کلاس سے دورہ حدیث تک پڑھے ہوئے ہیں نو سال وہاں تعلیم پائی ہے۔ میں وہاں سے نہیں پڑھ سکا کیونکہ

جہانگیرہ کے دو علماء تھے استاد محترم مولانا عبدالحنان اور مولانا لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما وہ علم میں مقام میں بہت بڑے مانے جاتے تھے مجھے کسی جگہ جانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ،وہ دونوں حضرات مجھے پورے اسباق پڑھاتے تھے ۔اُس زمانے میں پورے عالم میں جو شہرت تھی حدیث میں وہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ کی تھی جو عالمی اور آفاقی ہستی تھی ،عرب وعجم میں ان کی عظمت مسلم تھی اور وہ علوم وکمالات میں امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشین تھے اور نسبت بردار شاگرد تھے ۔اساتذہ کہتے تھے آپ وہاں جاکے پڑھیں اللہ نے ایشیاء کے مقتدر ادارے میں اول سے آخر تک پڑھنا نصیب فرمایا ، میں یہ احسان ان بزرگوں کا بھولوں گا نہیں ۔ مجھے کائنات کے سب سے بڑے اور اچھے ادارے میں پڑھنے کیلئے اتنی بڑی قربانی دی کیونکہ علم کے لئے کچھ سفر اور مشقت بھی ضروری ہوتی ہے۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامی
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی
اب تو وہی خامی تھے اور خامیوں سے پُر ہیں
گرچہ خردیم ولے نسبتِ بزرگ داریم

مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اور موجودہ حکومت

بہر حال حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کئی صفات کے حامل تھے بہت بااخلاق اور باکردار شخصیت کے مالک تھے اور ہمیشہ انہوں نے حق کی حمایت کے لئے حالات کا مقابلہ کیا ہے۔موجودہ دور میں بھی موجودہ سیٹ اپ پر ان کا غیر معمولی اثر تھا اور بہت ہی زیادہ موجودہ حکومت کے حکمرانوں کے لئے آپؒ معتبر تھے۔ چند سال پہلے اُن کو دل کا عارضہ ہوا تھا بائی پاس ہوا تھا تو میں عیادت کے لئے گیا تھا تو مجھے کہا کہ ریکوری نہیں ہورہی ہے میں نے کہا ہوجائے گی اور میں نے بہت تسلی کے جملے ان کی خدمت میں عرض کئے ۔ان کے بیٹوں نے مجھے فون کیا اور کہا کہ آپ کا آنا تو آب حیات بنا مولانا بہت خوش ہوئے اور ریکوری شروع ہوگئی۔

چند دن پہلے عمرے سے دس پندرہ دن پہلے میں دوبارہ خدمت میں گیا میں نے کہا یہ نیا وزیراعظم جو پاکستان کو آسمان پر لے جارہا تھا ریاست مدینہ قائم کرنا چاہتا تھا، کیا کچھ نہیں، اس کو سمجھائیں بھی ،مولاناؒ نے بہت عزت سے میری باتیں سنیں اور ایک بڑا اجلاس جاری تھا، اس کو ختم

کیا۔ میں نے کہا وزیر اعظم سے جمعہ کی سرکاری تعطیل بحال کروائیں، انہوں نے کہا ہماری ان سے کئی اسی طرح کے غیر مناسب اقدامات پر بہت ناراضگی چل رہی ہے، میں نے مذاقاً کہا کہ تحریک انصاف والوں نے تو آپ سے سیاسی فائدے لے لئے ہیں، اب آپ کا نمبر ہے کہ آپ ان سے مذہبی اقدامات کرائیں، میری گفتگو اور تجویز سے مولانا شہیدؒ بہت خوش ہوئے، کہا کہ میں کل ہی چلتا ہوں اور اس کے بعد اس وعدے کے مطابق مولانا شہیدؒ دو دفعہ وزیر اعظم وغیرہ کو ملے اور ہر دفعہ اول بات یہ کہی کہ جمعہ کی سرکاری تعطیل بحال کرلو، اتوار کی چھٹی سے مسلمانوں کا کوئی کام نہیں ہے وفاق والوں نے بھی کہا اور بھی علمائے حق نے کہا اور خان صاحب نے وعدے بھی کئے ہیں کہ بحال کر دیں گے۔

پہ انتظار کی به دی اوسم
چه ستا شیرینی خلے نه سه جواب رازی
(تیرے انتظار میں رہوں گا تیرے اس خوبصورت منہ سے کیا جواب آرہا ہے)

بہر حال مولانا شہیدؒ میں ایسی بڑی قابلیتیں اور صلاحیتیں تھیں پھر انہی کے یہاں ان کے والد رأس الاتقیاء حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کا بھی مزار ہے اور ہمارے استاذ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ کا بھی ہے، تو میں نے کہا میں وہاں زیارت کر کے جاؤں گا، تو مولانا نے کہا کہ آپ کی سربراہی میں ہم بھی چلیں گے، حضرت مولانا مرحوم قبر تک ساتھ گئے، فاتحہ پڑھی میں نے معذرت کی کہ آپ کا ابھی بائی پاس ہوا ہے آپ آرام کریں تو انہوں نے کہا کہ امکان ہی نہیں جب تک ہم گاڑی میں نہیں بیٹھے حضرت وہیں موجود رہے۔

خدا جانے کس ظالم اور جہنمی نے اتنا بڑا ارتکاب کیا اور کس قوت نے یہ گناہِ عظیم کیا خدا ان قاتلوں کو روسیاہ کرے، خدا ان ظالموں کو دونوں جہانوں میں تباہ و برباد کرے اور اہل اسلام کو اور امت مسلمہ کو حضرت مولانا شہیدؒ کی شہادت پر بہت بڑا صبر اور اجر عطا فرمائے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ......على ان لله ما اخذ وله ما اعطى وكل شئى عنده الىٰ اجل مسمى

کوئی بھی چیز اپنی جگہ پر نہیں رہی
جاتے ہی ایک شخص کے کیا کیا بدل گیا

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ
دارالعلوم دیوبند

تصوف کی حقیقت

احسان یا بالفاظ متعارف تصوف کیا ہے؟ انسانی روح کا اپنے مطلوب حقیقی سے ملنے کا شدید اشتیاق؟ تصوف کیا ہے؟ اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال، شریعت اسلامی اس کی اساس اور قرآن و حدیث اس کا سرچشمہ، چناں چہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کا بڑے واضح الفاظ میں اعلان ہے کہ: این راہ کسے یابد کہ کتاب بردست راست گرفتہ باشد وسنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بردست چپ و در روشنائی این دوشمع می رود تا نہ در مغاک شبہت افتد نہ در ظلمت بدعت۔ اس راہ کو وہی پا سکتا ہے جو کتاب اللہ کو داہنے ہاتھ میں اور سنت رسول کو بائیں ہاتھ میں لیے ہو اور ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راہِ سلوک طے کرے تا کہ گمراہی اور بدعت کی تاریکی میں نہ گرے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری جو متقدمین صوفیا میں امتیازی مقام و مرتبہ کے حامل تھے فرماتے ہیں: اصولنا سبعة اشياء التمسك بكتاب الله والاقتدا بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم و أكل الحلال وكف الاذى واجتناب المعاصى والتوبة واداء الحقوق (التاج المكل) ہمارے سات اصول ہیں کتاب اللہ پر مکمل عمل، سنت رسول کی پیروی، اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے دینا، گناہوں سے بچنا، توبہ واستغفار اور حقوق کی ادائیگی۔ سلطان الہند شیخ معین الدین اجمیری کا یہ مقولہ تاریخ اجمیر میں درج ہے۔ اے لوگو! تم میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کریگا وہ شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔ حضرت میر سید اشرف سمنانی مدفون کچھوچھا ضلع فیض آباد فرماتے ہیں: یکے از هم شرائط ولى است كه تابع رسول عليه السلام قولا وفعلا واعتقادا بود (لطائف اشرفیه)

ولی کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے قول، فعل اور اعتقاد میں پیرو ہو۔ تصوف دراصل وہ رہنما ہے جو سالک کو ہر آن باخبر رکھتا ہے کہ دیکھنا کہیں مقصود نگاہ سے اوجھل نہ ہو جائے وہ ہدایت کرتا ہے کہ جب تو بارگاہ خداوندی میں نماز کے لیے کھڑا ہو اور یہ دیکھے کہ قبلہ رو ہے یا نہیں، جائے نماز اور کپڑے پاک ہیں یا نہیں، تو اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھ کہ تیرا تصور پاک ہے یا نہیں، دل مالک کائنات کی طرف ہے یا نہیں، غرض تصوف ہر ہر قدم پر سالک کو خبردار رکھتا ہے کہ مقصود اصلی خدائے ذوالجلال والاکرام کے خیال سے دل غافل نہ ہونے پائے، ایک مرتبہ امام

احمد بن حنبل کے تلامذہ نے ان سے سوال کیا کہ آپ بشر حافی کے پاس کیوں جاتے ہیں وہ تو عالم ومحدث نہیں ہیں؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں کتاب اللہ سے واقف ہوں مگر بشر اللہ سے واقف ہیں۔ عارف ہندی اکبرالہ آبادی مرحوم نے بہت خوب کہا ہے۔قرآن رہے پیش نظر، یہ ہے شریعت اللہ رہے پیش نظر، یہ ہے طریقت اس حقیقت کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ فقیہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ، اے بندے اللہ کا نام لے، اور صوفی بھی یہی کہتا ہے کہ اللہ کا نام لے مگر اس طرح کہ وہ تیرے دل میں اتر جائے، یعنی صوفی کا کہنا یہ ہے کہ صرف زبان سے اللہ کا نام لینا کافی نہیں ہے، زبان کے ساتھ تیرا دل بھی ذاکر ہونا چاہیے، حاصل کلام یہ نکلا کہ تصوف یا احسان دل کی نگہبانی کا اصطلاحی نام ہے، حدیث جبرئیل میں ان تعبد الله کانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك کا جملہ اسی دل کی نگہبانی کی انتہائی بلیغ اور پیغمبرانہ تعبیر ہے، امام العرفا سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر جملے سے احسان یا تصوف کی پوری حقیقت بیان فرمادی ہے کیوں کہ راہ تصوف کے تمام جہد وعمل، ذکر وفکر، محاسبہ و مراقبہ وغیرہ کا منشا ومقصد یہی ہے کہ دل مشاہدہ وحضور کی متاع عزیز سے ہم کنار ہوجائے۔تصوف کی مستند کتابوں مثلاً قوت القلوب از شیخ ابوطالب مکی، طبقات الصوفیہ از شیخ عبدالرحمٰن سلمی، حلی الاولیا از ابونعیم اصفہانی، الرسال القشیری از امام قشیری کشف المحجوب از شیخ علی بن عثمان ہجویری مدفون لاہور، تذکرالاولیا از شیخ فریدالدین عطار، عوارف المعارف از شیخ سہروردی، فوائد الفواد ملفوظات شیخ نظام الدین اولیا، خیرالمجالس ملفوظات شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی وغیرہ کے صفحے کے صفحے الٹ جایئے صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملاً بھی کتاب وسنت کی تلقین ملے گی، اور معتمد طور پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اکابر صوفیا کے مجاہدات، ریاضات اور مراقبات کی اساس و بنیاد قرآن وحدیث کی تعلیمات ہی ہیں اور ان کی پاکیزہ زندگیاں اسلام کی جیتی جاگتی تصویریں تھیں۔اسلامی تعلیمات میں محبت الٰہی، مکارم اخلاق اور خدمت خلق کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے، تصوف کی تعلیمات بھی انھیں ارکانِ ثلثہ پر مبنی ہیں، تاریخی شواہد کی بنیاد پر بلاخوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حضرات صوفیا ہی نے اپنی عملی جدوجہد کے ذریعہ ہر زمانے میں اسلام کے اخلاقی وروحانی نظام کو زندہ رکھا، صوفیا سے بڑھ کر تبلیغ اور تعمیر سیرت کا فریضہ کسی جماعت نے انجام نہیں دیا، متکلمین، معتزلہ اور حکما نے صرف دماغ کی آبیاری کی جب کہ صوفیا نے دماغ کے ساتھ دل کی تربیت اور اصلاح کی اہم ترین خدمت بھی انجام دی اور یہ بات کسی بیان وتشریح کی محتاج نہیں ہے کہ اسلام میں اصلی چیز دل ہے نہ کہ دماغ اگر دل فاسد ہوجائے تو دماغ کا فاسد ہوجانا یقینی ہے، چناں چہ نبی صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب انسان کے جسم میں ایک عضو ہے اگر وہ صالح ہوجائے تو سارا جسم صالح ہوجائے اور اگر وہ فاسد ہوجائے تو سارا جسم فاسد ہوجائے، آگاہ ہوجاؤ وہ قلب ہے۔ حضرات علمائے کرام نے علمی ونظری دلائل سے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا جب کہ حضرات صوفیا نے اپنے اعمال و اخلاق اور سیرت و کردار سے اسلام کی صداقت کو مبرہن اور آشکارا کیا، اس لیے تصوف یا طریقت شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں تصوف اسلام کا عطر اور اس کی روح ہے، لیکن کوئی انسانی تحریک خواہ وہ کتنی اچھی کیوں نہ ہو جب افراط وتفریط عمل و ردعمل کا بازیچہ بنتی ہے تو اس کی شکل مسخ ہوئے بغیر نہیں رہتی، چناں چہ متکلمین نے اسلام کو یونانی فلسفہ کی زد سے بچانے میں بڑی قابل قدر خدمت انجام دی ہیں، لیکن آگے چل کر جب علم کلام کو شکوک وشبہات پیدا کرنے کا ذریعہ بنالیا گیا تو یہی علم کلام مسلمانوں میں ذہنی انتشار برپا کرنے کا سبب بن گیا، یہی حال تصوف کا بھی ہوا کہ تصوف کی ہمہ گیر مقبولیت اور ہر دلعزیزی دیکھ کر جاہل یا نقلی ارباب غرض صوفیوں کے بھیس میں اس جماعت صوفیہ صافیہ میں درآئے اور اپنی مقصد برآری کے لیے شریعت وطریقت میں تفریق کا نظریہ شائع کردیا، مجاز پرستی، قبر پرستی، نغمہ وسرود کو روحانی ترقی کا لازمی جزو بنادیا اور دنیا پرستی سے گریز کو رہبانیت کی شکل دیدی مگر ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ محققین صوفیا نے ہمیشہ ان گمراہیوں کے خلاف آواز بلند کی ہے، اور ان فاسد عناصر کو تصوف سے خارج کرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے ہیں۔اس جعلی اور غیر اسلامی تصوف کی بنا پر سرے ہی سے تصوف کا انکار کردیا جائے اور اسے نوع انسانی کے لیے بمنزلہ افیون بتایا جائے اور الزام عائد کیا جائے کہ تصوف زندگی کے حقائق سے گریز کی تعلیم دیتا ہے اور اس نے مسلمانوں کے قوائے عمل کو مضمحل یا مردہ بنادیا ہے تو یہ سراسر ناانصافی اور اسلامی تصوف پر ظلم ہوگا۔ بدقسمتی سے خود مسلمانوں کا ایک طبقہ جو براہ راست اسلام اور اسلامی مآثر کا مطالعہ کرنے کی بجائے مستشرقین اور عیسائی مصنفین کے واسطہ اور انھیں کی مستعار عینک سے اسلامی علوم و معارف کو دیکھنے کا عادی ہے، اسلامی تصوف پر اسی قسم کے بیجا اور غلط اعتراضات کرتا رہتا ہے، یہ بات حق وصداقت اور انصاف وعدالت سے کس قدر بعید ہے کہ ہدف ملامت تو بنایا جائے اسلامی تصوف کو اور قبائح مدنظر رکھی جائیں غیر اسلامی تصوف کی، اسلام کے ان نادان دوستوں نے اپنے اس رویہ سے نہ صرف علم وتحقیق کا خون کیا بلکہ لاکھوں بندگانِ خدا کو تصوف کی حسنات و برکات سے محروم کردیا۔ (بحوالہ ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند)

بیرسٹر ظفر اللہ خان

سابق وزیر قانون، خانقاہ اسلام آباد

شورائی نظام سیاست اور اسلام

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سرزمین عرب میں جو سیاسی نظام رائج تھا وہ نیم قبائلی اور نیم ملوکانہ تھا۔ جبکہ پڑوسی ممالک ایران اور روم میں موروثیت اور مطلق العنان شہنشاہیت پر مبنی نظام تھے۔ جن میں عام آدمی کو ریاستی معاملات میں بولنے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ اسلام نے عرب سیاسی نظام کو شراکت اور رضامندی پر مبنی سیاسی نظام میں تبدیل کردیا۔ قرآن مجید نے اعلان کیا:

وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِیْنَ (ال عمران: ۱۵۹)

''اور اپنے کاموں میں ان سے مشاورت کیا کرو اور جب (کسی کام کا) پکا ارادہ کرلو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو''

یہ ایک واضح حکم ہے جو بغیر کسی ابہام کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کے لیے مشاورت کو لازم قرار دیتا ہے۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند عالم کی طرف سے غیر معمولی دانش وبصیرت عطا کی گئی تھی۔ مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بھی تائید وحمایت اور رہنمائی حاصل تھی۔ اس کے باوجود اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی مشاورت ضروری تھی تو بعد کے مسلم حکمرانوں کے لئے یہ بدرجہ اتم ضروری تھی۔ قرآن پاک اس لازمی مشاورت کے لیے ایک دلیل دیتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (الشوریٰ: ۳۸)

''جو لوگ اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں، ہم نے جو رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں''

شوریٰ اور اصول حکمرانی

یہاں شوریٰ کو اہل ایمان کی ایک لازمی خصوصیت اور ان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید نے شوریٰ کو ایک نظام حکمرانی کے طور پر نہیں بلکہ اصول حکمرانی کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ فرق بہت اہم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے یہ بات مسلمانوں کی آئندہ آنے نسلوں پر چھوڑ دی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے معاملات کو اصول شوری کے تحت طے کریں۔

شوریٰ اس امر کی متقاضی ہے کہ فیصلہ سازی میں سنجیدہ اور موثر شراکت کا اہتمام کیا جائے۔ اسے محض ایک رسمی طریق کار نہ بنایا جائے۔ قرآن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن پر نزول وحی ہوتا تھا، مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جن امور کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی خصوصی وحی نہ آئے، ان کے فیصلے کے لئے شوری پر انحصار کریں۔ لہٰذا تمام اہل ایمان کو اس ہدایت پر عمل کرنے کو کہا گیا ہے تا کہ اللہ عزوجل کے غضب سے بچ سکیں۔

خلفاء راشدین اور عوامی بیعت

لہٰذا چاروں خلفائے راشدین عوامی بیعت کے ذریعے عوام کے پاس گئے اور ان سے اپنی حیثیت کی منظوری حاصل کی تھی۔ بیعت ایک باہمی معاہدہ ہوتی ہے جس کے تحت حکمران یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اسلامی قوانین پر عمل کریگا۔ اس سے متعلق عوام کو مطمئن کرے گا اور عوام کی طرف سے اس کیساتھ یہ عہد کیا جاتا ہے کہ وہ حکمران کی تائید وحمایت کریں گے اور اسے مشورے دیتے رہیں گے۔

لہٰذا آئینی طور پر جب پرامن طریقے سے ممکن ہو تو بیعت کو منسوخ کیا جا سکتا ہے، یہ طریق کار مواخذے اور منصب سے معزولی کے مترادف ہوتا ہے۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اتفاق رائے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین منتخب ہونے کے بعد واضح طور پر اس حق کی توثیق کرائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کی بیعت لینے کے بعد اپنے خطاب میں فرمایا: مجھے تم پر اختیار دیا گیا ہے، مگر میں تم سے بہترین نہیں ہوں۔ تم اپنے معاملات کے انتظام و انصرام کے لئے میری اطاعت کرتے رہنا۔ جب میں اللہ کی اطاعت سے روگردانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں رہے گی۔

حضرت عمر فاروقؓ کا قول

اسی انداز میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر میں ٹھیک کام کروں تو تم

میری مدد کرنا، اگر غلط کروں تو تم مجھے ٹھیک کر دینا۔"

مندرجہ بالا آیاتِ قرآن مجید اور تاریخی نظائر بتاتے ہیں کہ ہر ایک فیصلہ شورائی عمل کا نتیجہ ہونا چاہیے جو کہ اصولِ اکثریت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی زندگیوں میں پائے جانے والے تاریخی نظائر بتاتے ہیں کہ فیصلے اکثریت کی رائے کے مطابق ہو سکتے ہیں، خواہ سربراہ کی رائے اس رائے سے مختلف ہو۔ اسلام اس اصول کی بنیاد پر سبق دیتا ہے کہ فرد کو معاشرے یا اجماع (جماعت) سے متفق ہونا چاہیے جس کی تعبیر اکثریت کی جا سکتی ہے۔ درج ذیل حدیث اسی اصول اکثریت کا اظہار کرتی ہے۔ اللہ تعالی میری امت کو کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہونے دے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت کے ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے۔ اس لئے اکثریت (سوادِ اعظم) کا ساتھ دیا جانا چاہیے اور جو کوئی ان سے اختلاف کرتا ہے جہنم کی راہ کا راہی بن جاتا ہے۔ (مستدرك على الصحيحين، ح ١١٦)

مسلم حکمران اور استبدادی طرزِ حکومت

خلفائے راشدین کی وفات کے بعد مسلم حکمرانوں نے رومنوں اور فارسیوں کا راستہ اختیار کر لیا۔ انہی کی سیاسی روایات، اندازِ حکمرانی، استبدادی طور طریقے اور موروثی خانوادے وجود میں آ گئے۔ مسلم حکمرانوں نے ظل اللہ علی الارض ہونے کا دعوی کر دیا جو کہ نظریہ ساوی حقوقِ شاہی تھا۔ اپنی سیاسی تاریخ کو یاد کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مذہبی سکالرز کی بیشتر کتابوں میں امیر (حکمران) کے مرکزی کردار پر بحثیں ملتی ہیں، نہ کہ عوام کے کردار کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ ان میں اطاعت امیر کو عوام کا فرضِ اولین قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شوری (پارلیمنٹ) صرف سفارش کر سکتی ہے۔ امیر شوریٰ کے مشوروں کا پابند نہیں ہے۔

بنو امیہ کے زمانے سے لے کر آج تک یہی بحثیں ملتی ہیں۔ حکمران اور شوریٰ کے اضافی اختیارات کیا ہیں؟ ان دونوں میں سے کون زیادہ اہم ہے؟ عوام کی نمائندگی شوریٰ کرتی ہے یا امیر کرتا ہے؟ اس کے علاوہ ان کا خیال یہ بھی رہا ہے کہ امیر کو اپنی پسند کے مطابق شوریٰ کا چناؤ کرنے کا اختیار ہے۔ ایک لمحہ بھر اس نقطے پر غور کیجیے۔ کیا یہ خالص شہنشاہی یا آمریت نہیں ہے؟ ایک حریص شخص ایک بار امیر منتخب ہو کر اپنی پسند کی مجلس شوری قائم کر لیتا ہے اور کبھی کبھار اس سے مشورہ کر کے اپنی پسند کے فیصلے مسلط کرنے لگتا ہے اور دعوی کر دیتا ہے کہ اسے اللہ تعالی نے مقرر کیا ہے اور یہ کہ وہ اس وقت تک اقتدار میں رہے گا جب تک اللہ عزوجل چاہے گا کیونکہ وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کر دیتا ہے۔ اس سیاق و سباق میں کیا امیر دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس پر اللہ

تعالٰی کی خاص عنایات ہیں۔ اللہ پاک ہی اس کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ کہ وہ زمین پر سایہ خدا ہے جو کوئی اس کی اطاعت کرتا ہے، وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کرتا ہے اور جو اس کی توہین کرتا ہے، وہ اللہ تعالٰی کی توہین کرتا ہے۔

یہ وہ مسخ شدہ تعبیر ہے جو ہمارے حکمران اقتدار پر غاصبانہ قبضے کے لئے پیش کرتے رہے۔ اسی کی آڑ میں اپنی حکمرانی کو طول دیتے رہے ہیں۔ میری سوچی سمجھی رائے ہے کہ اسلام میں اس سوچ کا کوئی جواز نہیں ہے۔

قیام پاکستان کے وقت بحث

عہد حاضر میں اگر چہ عمومی فکر تو یہی ہے لیکن کچھ علما اور دینی جماعتوں نے اس فکر کو چیلنج کرنا شروع کر دیا ہے۔ میں صرف چند مثالوں پر اکتفا کروں گا۔ ۱۹۴۷ء میں جب اسلام کے نام پر پاکستان وجود میں آیا تو یہ بحث شروع ہوگئی کہ سیاسی نظام کیا ہوگا۔ اس پس منظر کے ساتھ ۱۹۴۹ء میں دستور ساز اسمبلی میں قرار داد مقاصد منظور کی گئی۔ اس قرار داد کو پاکستان کے تقریباً تمام علماء کی حمایت حاصل تھی اور آج تک تمام مذہبی طبقہ اس کو قبول کرتا ہے۔ اس قرار داد نے اقتدار کا صحیح اسلامی تصور پیش کیا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ کائنات پر اصل حاکمیت اللہ تعالٰی کی ہے۔ اس نے اپنا اختیار پاکستان کی ریاست کو تفویض کیا ہے۔ جسے پاکستان کے عوام استعمال کریں گے۔ یہ اقتدار ایک مقدس امانت ہے۔ ریاست یہ اختیار عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی۔ اس نظام میں جمہوریت، آزادی، برابری، رواداری اور سماجی انصاف ہوگا۔ جہاں اقلیتوں کے حقوق کا مکمل تحفظ ہو گا۔ بنیادی انسانی حقوق کو یقینی بنایا جائیگا۔

آپ ذرا اس قرار داد پر غور کریں۔ اقتدار کسی بادشاہ کے لیے نہیں ہے۔ کسی صدر اور وزیراعظم یا امیر المومنین کے لیے نہیں ہے بلکہ پاکستان کے عوام کے لیے ہے۔ جسے عوام اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کریں گے۔ علما اور سیاسی لیڈروں کا یہ متفقہ اعلان تھا کہ اصل حکمران عوام ہیں اور وہ حکمرانی انتخاب کے ذریعے حاصل کریں گے۔ کوئی الوہی حقوق نہیں ہوں گے۔ کوئی امیر المومنین عوام کی مرضی کے خلاف نہیں ہوگا۔ کوئی حاکم اپنی مرضی سے اپنی شوریٰ نہیں بنائے گا بلکہ عوام کے منتخب نمائندوں کا پابند ہوگا۔ کسی کو حق نہیں کہ وہ دولت، خاندان یا بندوق کی طاقت سے عوام کی گردن پر سوار ہو جائے۔

پاکستان کی مذہبی اور سیاسی جماعتوں کا طرزِ فکر

اچھی بات یہ ہے کہ پاکستان کی آج کل کی مذہبی سیاسی جماعتیں بھی اس فکر کی نمائندگی کرتی ہیں، عوام کے ووٹ کے ذریعے منتخب ہو کر آنے کے بعد پارلیمنٹ کی بالادستی کا دعویٰ کرتی ہیں۔ میں مذہبی سیاسی جماعتوں کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ سیاسی جماعتوں کی یہ سوچ اسلامی سوچ ہے، اس لیے کہ اسلامی سیاسی فلسفہ حاکم کی بجائے عوام کو اصل مانتا ہے۔ مسلمانوں کے پہلے خلفاء ہر لمحے عوام کے سامنے جوابدہ تھے۔ پارلیمنٹ کی جو بھی ابتدائی شکل تھی۔ وہ اس کے سامنے مکمل طور پر جوابدہ تھے۔

اہل اسلام کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اسلام کا نام لینے والا ہر طالع آزما اسلام کا نمائندہ نہیں ہے۔ چاہے پاکستان کے فوجی حکمران ہوں یا سوڈان وغیرہ کے جنرل عمر حسن احمد البشیر، اسلام کے نہیں بلکہ اسٹیبلشمنٹ کے لوگ تھے جو عوام کی مرضی کے خلاف ان کی قسمتوں کے مالک بن گئے تھے۔ چونکہ ان کے پاس توپ تھی وہ اسلام کو اپنی حکومت کے استحکام کے لیے استعمال کرتے رہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بعض طبقات کو اپنے اس رویے کو تبدیل کرنا چاہیے اور انہیں اپنی بے بسی برداشت کرنی چاہیے اور اس بے بسی کو عوام کی حمایت سے طاقت میں بدلنا چاہیے۔ ان کی طاقت اور استحکام کا سبب نہیں بننا چاہیے۔ اس کے برعکس ہر لمحے اور ہر فیصلے کے وقت عوام کو ترجیح دینی چاہیے۔ چاہے اس سے وقتی طور پر نقصان ہو۔ اس سے عوام کی نگاہ میں اہل اسلام کا اعتماد بڑھے گا جو بالآخر فائدہ مند ہوگا۔ ایران اور ترکی کی مثالیں ہمارے کے سامنے ہیں، جہاں اہل اسلام خالص عوام کے بل بوتے پر پوری دنیا کی مخالفت کے باوجود اقتدار میں آئے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک واقعہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ یمن میں قوم سبا کی حکومت تھی۔ اپنے زمانے کے یہ سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اور امیر لوگ تھے۔ بارش کے پانی کو کنٹرول کرنے کے لیے ڈیم بنا رکھے تھے۔ اپنے خاص جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے مشرق وسطیٰ، افریقہ اور ایشیا کے مابین تجارت کنٹرول کرتے تھے۔ ملکہ سبا ان کی حکمران تھی۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوجوں نے اس کی سلطنت کا محاصرہ کیا تو ملکہ سبا نے اپنے عمائدین کی مجلس بلائی اور سب سے ایک سوال کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ لڑنا چاہیے یا کہ ہتھیار ڈال دینے چاہییں؟ قرآن پاک کی سورہ نمل میں عمائدین کا جواب لکھا ہے:

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ (النمل: ۳۳)

''وہ بولے کہ ہم قوت والے لوگ ہیں اور سخت جنگجو ہیں۔ البتہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے جو بھی آپ فیصلہ کریں گی ہمیں قبول ہوگا''

ملکہ سبا نے اپنی تقریر میں کہا:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (النمل: ۳٤)

''بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اس کے عزت والے لوگوں کو بے عزت کر دیتے ہیں اور یہ بھی ایسا ہی کریں گے''

بادشاہت کے بارے میں قرآنی موقف

میری رائے میں جدید سیاسی تاریخ میں بادشاہت اور فوجی حکومت کے کردار کے بارے میں یہ سب سے زیادہ واضح بیان ہے۔ علامہ محمد اسد نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ داخل ہونے سے مراد قوت سے داخلہ ہے۔ چاہے بیرونی حملے کی شکل میں ہو یا کہ داخلی طور پر طاقت کے بل بوتے پر اقتدار پر قبضہ ہو۔ بادشاہ سے وہ شخص بھی مراد ہے جس نے طاقت کے زور پر اقتدار حاصل کیا ہو اور اپنے لوگوں کو طاقت کے زور پر غلام بنا رکھا ہو۔ (The Message of The Quran by Muhammad Asad) سید مودودی کے خیال میں ناجائز قابض اسلئے یہ کام کرتے ہیں تاکہ قوم بے بس ہو جائے۔ کوئی ان کے خلاف کھڑا نہ ہو سکے۔ وہ عزت نفس ختم کرتے ہیں۔ غلامی، خوشامد، جاسوسی وغیرہ کے کلچر کو رواج دیتے ہیں۔

حال ہی میں برادر اسرار مدنی کی کتاب ''اسلام اور جمہوریت: ایک متبادل بیانیہ'' ایک کوشش ہے کہ مسلم معاشرے کو فکری و عملی طور پر شورائی بنانا چاہیے تاکہ انسان سیاسی طور پر آزاد ہو اور اپنی اجتماعی زندگی اپنی مرضی سے گزارے۔ اپنے فیصلے خود کرے اور کسی کا غلام نہ بنے۔ اس لیے کہ غلامی شخصیت کو مسخ کر دیتی ہے اور آزادی انسانی شخصیت کو بحر بیکراں بنا دیتی ہے۔ اللہ عزوجل ان کے زور قلم میں اضافہ فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب اسلام کی سیاسی تعلیمات کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگی اور خاص طور پر مذہبی/روایتی تعلیم کے پس منظر رکھنے والے احباب اس سے بھرپور استفادہ فرمائیں گے۔

جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

ہمیں اپنے اسلامی نظام کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے

ایران کے اعلی پائے کے ایٹمی سائنسدان محسن فخری زادہ کو ایرانی ایٹمی پروگرام کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا بلکہ روح اللہ خمینی کے بقول' اصل وجہ یہ ہے کہ" ہمارے دشمن ہمارے اسلامی نظام کی بنیادوں کے مخالف ہیں جس کی وجہ سے وہ کبھی اس دشمنی سے باز نہیں آئیں گے۔" یہ بنیادی سچائی ہے، جس پر بحث کرتے ہوئے میں یہ بتانا چاہوں گا کہ کس طرح پاکستان ،افغانستان اور ایران اس کے منفی اثرات بھگت رہے ہیں اور اپنی اقدار اور ایمان و یقین کا تحفظ کرنے کی ان میں کتنی صلاحیت ہے۔

پاکستان

پاکستان اپنے اسلامی نظام کی بنیادوں کو تحفظ دینے میں ناکام رہا ہے کیونکہ دنیا کے نقشے پر ابھرتے ہی اس نے سرد جنگ میں شمولیت اختیار کر کے امریکہ کی طرفداری کا فیصلہ کیا، اس فیصلے سے امریکہ نے ہمارے سیاسی اور سلامتی کے نظام پر کنٹرول حاصل کر لیا جس کی وجہ سے پاکستان میں نہ تو جمہوریت پنپ سکی اور نہ ہی صحت مند معاشرتی نظام قائم ہو سکا ہے۔لیکن افسوس ناک بات یہ تھی کہ جب امریکہ نے پاکستانی قوم کی ذہنیت سازی (Perception Management) کے لئے 1.4 بلین ڈالر کی خطیر رقم مختص کی' اور'ریڈ انڈین' سمجھتے ہوئے ہمیں نظم و ضبط سکھانا چاہاتو ہمارے منتخب حکمرانوں نے خوشدلی سے یہ رقم اداروں'غیر حکومتی اداروں (NGOs) اور ہر ایسے شخص کو جو مقصد کے حصول کو یقینی بنانے کا اہل ہو'ان' میں تقسیم کرنے کی اجازت دے دی۔اسی کے نتیجے میں ہمارے تعلیم یافتہ طبقے میں ایسی ذہنیت ابھری ہے جو لبرل ازم اور سیکولر ازم جیسے سماجی نظام کی بات کرتے ہیں جس کا محور اللہ تعالیٰ کی ذات کی بجائے انسان کی اپنی ذات ہے۔

افغانستان

گذشتہ چار دہائیوں سے افغانی قوم نے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کے خلاف برسرپیکار رہتے ہوئے ان طاقتوں کو شکست دی ہے اور اپنے اسلامی نظام کی بنیادوں کا تحفظ کیا ہے۔1989ء میں جب روس پسپا ہوا تو افغان مجاہدین کو اسلامی حکومت بنانے کے حق سے محروم کر دیا گیا اور وہاں

خانہ جنگی کرائی گئی جس کی کوکھ سے 2001ء میں طالبان نے جنم لیا۔ امریکہ نے افغانستان پر قبضہ کرنے کی خاطر جبر و تشدد کی حکمت عملی جاری رکھی تا کہ طالبان کو مجبور کیا جاسکے کہ وہ افغانستان میں اسلامی امارات کے قیام کے مقصد سے پیچھے ہٹ جائیں لیکن طالبان ان کا حکم ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے کیونکہ ملا عمر کے بقول ''جس طرح 1990ء میں امریکہ اور پاکستان' دونوں نے ہمیں دھوکہ دیا تھا' اب ہمیں دوبارہ دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔'' افغانیوں نے اپنے اسلامی نظام کی بنیادوں کے تحفظ کی بھاری قیمت چکائی ہے اور دنیا کی دو سپر پاور کے خلاف کامیاب مزاحمت کا نیا باب رقم کیا ہے جو منفرد نوعیت کا ہے اور اپنے ایمان و یقین، روایات و اقدار کے تحفظ کی خاطر، انسانی جدو جہد کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ۔ ماشاء اللہ

طالبان کو کوئی جلدی نہیں کہ امریکی فوجیں کب افغانستان سے نکلتی ہیں کیونکہ ''وقت ان کے ہاتھ میں ہے جبکہ دشمن کی دسترس محض گھڑی تک محدود ہے۔'' زمینی حقائق سے صاف عیاں ہے کہ طالبان مطمئن ہیں' جیسا کہ ایک معروف پاکستانی تجزیہ نگار کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے:''اب بھی ملک کے زیادہ تر دیہی علاقے طالبان کے قبضے میں ہیں جہاں ان کی اپنی خودساختہ حکومت ہے' ٹیکس وہ خود وصول کرتے ہیں' راتوں کو انکا راج ہوتا ہے اور اسلامی ریاست (آئی ایس آئی ایس) کے خلاف دفاعی حصار ہیں' جسکا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے مارچ 2020ء میں کنڑ اور اسکے مضافات سے اسلامی ریاست کو بے دخل کیا تھا۔ اور اگر 2011ء میں دنیا کے تقریباً پچاس (50) طاقتور ممالک کے ایک لاکھ پچاس ہزار (150,000) سے زائد فوجی دستے دو دہائیوں تک افغانستان میں امن نہیں قائم کر سکے تو دو ہزار فوجیوں کی کیا اوقات ہے۔ کابل کی حکومت مصنوعی اور عارضی سہاروں پر قائم ہے اور امریکہ کے نومنتخب صدر مزید مدت تک کھلی اجازت دینے کیلئے رضامند نظر نہیں آتے۔ ''وزیراعظم عمران خان کا حالیہ کابل کا دورہ بلا جواز اور بے وقت تھا کیونکہ صدر اشرف غنی غیر ملکی ٹانگوں کے سہارے کھڑے ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب طالبان کی لہر انہیں بہا لے جائے گی۔''

ایران

پہلے حربے میں امریکہ کو ایرانی انقلابیوں کی گرفت سے اپنے یرغمالیوں کو آزاد کرانے میں ناکامی ہوئی اور اس مقصد کے لئے کی جانے والی کاروائی خود ان کی اپنی تباہی کا سبب بنی۔ اس کے بعد انہوں نے صدام حسین کی ہمت بندھائی کہ وہ ایران پر حملہ کرے جس کے نتیجے میں آٹھ سالہ طویل جنگ ہوئی اور دونوں جانب بے گناہ مسلمانوں کا خون بہتا رہا اور جب ایران نے شط العرب

عبور کیا تو صدام نے مہذب دنیا کی طرف سے فراہم کئے جانے والے کیمیائی ہتھیاروں سے حملہ کر دیا۔اس کے بعد ایران کو اقتصادی طور پر اپاہج بنانے کے لئے ایران کو طرح طرح کی پابندیوں میں جکڑ دیا گیا جس کا گذشتہ تیس برسوں سے ایرانی قوم جوانمردی سے سامنا کر رہی ہے لیکن ان کے عزم و استقلال کو نہیں توڑ سکیں۔ایران کو سزا دینے کی خاطر اس سال کے شروع میں وارسا پلان (Warsaw Plan) کے تحت ایک اتحاد بنایا گیا جس کے بعد صدر ٹرمپ نے ایرانی جنرل قاسم سلیمانی کو ٹارگٹ کر کے قتل کرایا۔ایران نے جوابی کاروائی کرتے ہوئے امریکہ اور اسرائیل کی بجائے سعودی عرب پر حملہ کیا جو ایک معروف امریکی صحافی کے بقول معمولی نوعیت کی کاروائی نہیں تھی:

''14 ستمبر 2019ء کو علی الصب ایرانی ائر فورس نے عبقیق (Abqaiq) میں واقع سعودی عرب کے تیل کی اہم تنصیبات پر بیس ڈرونز اور درست نشانے پر لگنے والے کروز میزائلوں (precision guided missiles) سے حملہ کیا جس میں سعودی عرب کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔یہ تعجب خیز نوعیت کی کاروائی تھی۔ایرانی ڈرونز اور میزائلوں نے اس خاموشی سے نچلی پرواز کرتے ہوئے حملہ کیا کہ امریکی اور سعودی ریڈار بھی ان کا سراغ نہ لگا سکے۔ایک اسرائیلی عسکری تجزیہ نگار کہتا ہے کہ وہ ایران کی ان صلاحیتوں کو دیکھ کر دنگ رہ گئے' جو مشرق وسطی میں پرل ہاربر (Pearl Harbor) کی طرز کا حیران کن حملہ تھا۔'' 7دسمبر 1941ء کو پرل ہاربر پر حملے کے بعد امریکہ دوسری عالمی جنگ میں شامل ہوا تھا لیکن عبقیق پر حملے کے بعد ٹرمپ سعودی عرب کی مدد کو نہ آیا بلکہ محض تین ہزار کا علامتی فوجی دستہ بھیج کر اس امر کو یقینی بنایا ہے کہ''ہم جو کچھ ان کے لئے کر رہے ہیں وہ اس کی قیمت ادا کرتے رہیں گے'یہی ہماری اولین ترجیح ہے۔'' 2006ء میں حزب اللہ اسرائیل جنگ میں حزب اللہ نے چند ہزار فری فلائٹ راکٹوں کے حملے کر کے اسرائیل کو شکست دی تھی۔اب ایران اور اس کے اتحادی بھی چند ملین فری فلائٹ راکٹ اور درست نشانہ پر لگنے والے ایرانی میزائلوں کی صلاحیت حاصل کر چکے ہیں۔اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں خودکش بمبار بھی اس جنگ میں شامل ہونے کے حکم کے بیتابی سے منتظر ہیں۔جہاں تک ایران کے ایٹمی پروگرام کی تیاری کی بات ہے تو اس سلسلے میں ٹرمپ نے ایٹمی معاہدے سے دستبردار ہو کر ایران کی مدد کی ہے جس سے حوصلہ پا کر ایران نے ایٹم بم کے لئے یورینیم کی افزودگی کا عمل جاری رکھا ہے۔اسی طرح امریکہ نے افغانستان میں روسی جارحیت کیخلاف پاکستان کو شامل کر کے پاکستان کی بھی مدد کی تھی۔اس دوران پاکستان نے یورینیم کی افزودگی کا عمل جاری رکھا اور ایٹم بم تیار کر لیا۔لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ پاکستان کے ایٹم بم بنانے کے حوالے سے''امریکی نگران'' کی مثبت رپورٹ کے باوجود امریکی صدر سال بہ سال

کانگریس کو یقین دلاتے رہے کہ "پاکستان ابھی تک اس منزل تک نہیں پہنچا کہ ایٹم بم بنا سکے۔" نعوذ باللہ۔

یہ ایک المیہ ہے جس سے پاکستان کے سماجی و معاشرتی نظام پر انتہائی مہلک اثرات مرتب ہوئے ہیں جبکہ ہمارا سیاسی نظام بری طرح افراتفری کا شکار ہے جبکہ ملکی مفادات کا تقاضا ہے کہ ایک منصفانہ جمہوری اور اسلامی نظام کے تحفظ کی خاطر ایسی "سماجی یک جہتی" قائم ہو جو انقلابی ایران اور جہادی افغانستان کے ساتھ مل کر دنیائے اسلام کے اس حصے میں، جو آج دشمنوں کی زد میں ہے، کے تحفظ کیلئے انتہائی ضروری سلامتی کی تذویراتی گہرائی (Strategic Depth of Security) کی چھتری مہیا کر سکے۔

(بقیہ صفحہ ۱۱ سے) زندگی کیسے گزاری جائے؟

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ فرشتے بامر باری تعالی نازل ہوکر شیاطین کو بھگا دیتے ہیں اور اس سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرا دیتے ہیں، یوں اس مطیع اور فرمانبردار بندے جس نے تسلیم ورضا کی زندگی گزاری تھی اللہ کی طرف سے مدد ہوئی ہے اور کلمہ شہادت نصیب ہو جاتا ہے، شیاطین ناامید اور نامراد واپس ہو جاتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا واقعہ

اس پر مجھے امام احمد بن حنبلؒ کا واقعہ یاد آیا، آپ کا بیٹا عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ جب تیرے والد امام احمد بستر علالت پر پڑے تھے اور آخری وقت تھا، میں بھی سرہانے بیٹھا تھا اور آہستہ آہستہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کر رہا تھا تو میرے والد ماجد فرماتے جاتے تھے۔ لا بعد لا بعد میں حیران و پریشان ہوا کہ یا اللہ لاکھوں لوگوں کا پیشوا اور امام، ساری زندگی خدمت دین کیلئے وقف تھی اور آپ آخری وقت میں جب میں لا الہ الا اللہ کی تلقین کر رہا ہوں تو یہ انکار کر کے کہہ رہا ہے لا بعد لا بعد

جب جان کنی کی بے ہوشی ختم ہوگئی اور والد صاحب ہوش میں آئے تو میں نے پوچھا ابا! یہ آپ کیا کہہ رہے تھے۔ لابعد لابعد ابھی نہیں ابھی نہیں۔ امام نے جواب دیا بیٹا شیطان نے آکر کہا کہ احمد اب چھوٹ گئے، میری دسترس سے بچ نکلے، تو میں نے اس لعین سے کہا کہ اب نہیں، لابعد اب نہیں۔ جب تک لا الہ الا اللہ کہہ کر میری جان نہ نکل جائے۔ اس وقت تک تمہارے مکروفریب سے امان میں نہیں۔ میری اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہم سب کو تسلیم برضا والی زندگی نصیب فرمائے اور شیطان کے شر سے بچائے۔ امین

بقلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن

شیخ التفسیر والحدیث مفتی محمد زرولی خان رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے صدقے اس امت کے علماء کو انبیاء کرام علیہم السلام کی جانشینی اور وراثت جیسی نعمت سے نوازا ہے۔ یہ وہ اعزاز ہے کہ جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی عہدہ، منصب اور مقام نہیں کرسکتا۔ یہ سلسلہ عہد نبوت سے تا حال جاری ہے اور ان شاء اللہ اس وقت تک رہے گا جب تک مشیت ایزدی میں ہوا۔ اس مبارک سلسلے میں بہت سے باکمال لوگ آئے اور اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو بخوبی ادا کرتے ہوئے آخرت کو کوچ کر گئے انہی خوش قسمت لوگوں میں سے ایک نام شیخ التفسیر والحدیث مفتی محمد زرولی خان رحمہ اللہ کا بھی ہے۔ جو ۷ دسمبر ۲۰۲۰ء بروز پیر کراچی کے ایک نجی ہسپتال میں ہارٹ اٹیک کے باعث انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ماالخذ ولہ ماالعطی و کل شیء عندہ باجل مسمیٰ

شیخ التفسیر والحدیث مفتی محمد زرولی خان رحمہ اللہ ۱۹۵۳ء کو جہانگیرہ ضلع صوابی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء واجداد کا خاندانی پیشہ باغبانی رہا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے مولانا فضل علی رحمہ اللہ (خطیب جامع مسجد ختاخیل) سے اس وقت کا رائج بارہ سالہ عالمانہ نصاب مکمل کیا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت آپ کی والدہ مرحومہ نے فرمائی۔ ایک مقام پر آپ خود فرماتے ہیں:

''والدہ صاحبہ جہانگیرہ کے علماء کبار کے تذکرے ایسی عظمت ومحبت سے فرماتیں کہ وہی علم دین پڑھنے کی رغبت وشوق کا اساس ثابت ہوا حضرت اقدس مولانا لطف اللہ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ کے تذکرے میں یہ ضرور فرماتیں تھیں کہ وہ دیوبند پاس ہیں اور یہ اس شان واحترام سے فرماتی تھیں جیسے آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر اس سے بڑی عزت و شرافت کوئی اور نہیں۔ یوں دیوبند کے علماء اور خود دیوبندیت سے عقیدت ومحبت خون اور فطرت میں شامل ہوگئی۔ والحمد للہ علی ذالک'' اکابر دیوبند خصوصا محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ سے بہت قلبی مناسبت تھی۔ حضرت کشمیری کا تذکرہ کرتے وقت آبدیدہ ہوجاتے اور آپ پر ایک خاص حالت طاری ہوجاتی۔ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اپنے فرزند کا نام انورشاہ رکھا۔

آپ نے قرآن کریم کا اکثر حصہ مولانا فضل علی رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا احسان الحق صاحب سے پڑھا۔ فقہ حنفی کی ابتدائی کتاب نورالایضاح مولانا عبداللطیف رحمہ اللہ سے پڑھی۔ مولانا عبداللطیف رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ نے مولانا عبدالحنان رحمہ اللہ سے تقریباً تین سال تک تعلیم وتربیت حاصل کی، اسی زمانے میں آپ نے میٹرک کا امتحان بھی دیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے ملاقات کا واقعہ مفتی صاحب مرحوم اپنی زبانی یوں ذکر فرماتے ہیں: ''کشمیر کے سردار عبدالقیوم خان نے راولپنڈی میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب اور غالباً حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہم کو کشمیر میں آئین نافذ کرنے کے خاکہ بنانے کے لیے طلب کیا تھا ......اسی سفر کے دوران مفتی صاحب مرحوم کی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی جس میں حضرت بنوری رحمہ اللہ نے آپ سے فرمایا ......آپ اوئل شوال میں ہمارے یہاں داخلہ کے لیے آجایئے۔''

آپ جب وقت مقرر پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی پہنچے تو حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے ہاتھ ملایا حضرت بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا داخلے بند ہو چکے ہیں۔ آپ نے حضرت مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ (جہانگیرہ) کا خط نکال کر حضرت بنوری رحمہ اللہ کو دیا حضرت بنوری نے خط دیکھتے ہی فرمایا: معاف کیجئے معاف کیجیے آپ کا داخلہ تو شعبان میں اسی مدرسہ کے بانی اور پہلے مدرس نے کرایا ہے اور یوں ۷شوال ۱۹۷۳ء کو درجہ رابعہ میں آپ کا داخلہ ہوگیا اور آپ نے رابعہ تا دورہ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں پڑھا۔

جامعہ بنوری ٹاؤن کے بعض بڑے اساتذہ نے آپ کو F-11 جامع مسجد چراغ الاسلام نیو کراچی میں امامت و خطابت کے لیے مقرر فرمایا۔ آپ نے اس مسجد میں بہت محنت سے کام کیا، احقاق حق اور ابطال باطل کے فریضہ بڑی جوانمردی سے سرانجام دیا۔ گمراہ لوگوں سے ۱۷ مساجد کو چھڑایا اور اہل حق علماء کے حوالے کیں۔ ڈیڑھ سال کے عرصے میں ۳ مرتبہ جیل میں ایام اسیری بھی گزارے۔ ملحدین و مبتدعین سے بیسیوں عالمانہ مباحثے ومناظرے بھی کیے۔ جن میں ہمیشہ حق تعالیٰ نے آپ کو سرخروئی نصیب فرمائی۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مرد کوہستانی

حکیم عباسی صاحب جو ایک مشہور زمانہ منکر حدیث کے بھائی تھے لیکن خود صحیح العقیدہ مسلمان اور اکابر علمائے دیوبند کے عقیدت مند تھے ان کی والدہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو گاڑی دے کر آپ کے پاس بھیجا کہ آپ تشریف لائیں اور میری والدہ کا جنازہ پڑھائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "میں جب وہاں پہنچا اور جنازہ رکھ دیا گیا اور میں پڑھانے کے لیے آگے بڑھا تو بعض مبتدعین نے اعتراض کیا اس پر حکیم صاحب نے کہا کہ میں نے مولانا کو اس لیے زحمت دی ہے کہ یہ موحد عالم ہے ان کے جنازہ پڑھانے سے میری اہلیہ کی مغفرت ہو جائے گی۔"

آپ کے اساتذہ نے آپ کو جامع مسجد چراغ الاسلام سے جامع مسجد احسن گلشن اقبال کراچی امامت وخطابت کے فرائض ادا کرنے کا حکم دیا، آپ قوت حافظہ کے مالک تھے، بیسیوں فقہی جزئیات مع عربی عبارات آپ کے نوک زبان رہیں۔ نماز جمعہ کے بعد سوالات و جوابات کی عوامی نشست ہوتی جس میں بہت سے لوگ مستفید ہوتے۔ آپ کا صحیح البخاری کا سبق بہت معروف و مشہور تھا جس میں سینکڑوں طلباء شوق ورغبت سے اس میں شریک ہوتے تھے۔ مدارس کی سالانہ چھٹیوں میں آپ کے ہاں جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی میں دورہ تفسیر ہوتا جس میں علماء وطلباء کی کثیر تعداد شریک ہوتی تھی اور انٹرنیٹ پر آن لائن بھی یہ دورہ نشر کیا جاتا جس کی وجہ سے دنیا بھر کے اہل علم لوگ اس میں شرکت کرتے۔ دوران سبق موقع کی مناسبت سے آپ عربی، فارسی، اردو اور پشتو زبان میں کئی کئی معنی خیز اشعار پڑھتے، زبان و بیان کا عالمانہ اور مہذبانہ سلیقہ رکھتے تھے۔ الغرض آپ تفسیر قرآن کے ماہر، حدیث مبارک کے عظیم شارح، فقہ اسلامی کے جید فقیہ اور مفتی وقت تھے۔

میری کئی بار جامعہ احسن العلوم کراچی میں حضرت مفتی صاحب مرحوم کے پاس جانا ہوا۔ جب بھی گیا مجھ سے عزت و احترام کا سلوک کیا۔ متعدد بار میں نے وہاں بیان کیا۔ گزشتہ سال کے اپنے دورہ تفسیر کے لیے مجھ سے بھی رابطہ فرمایا اور اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں اس میں طلباء کرام کو مسلکی حوالے سے بنیادی اور اصولی باتیں اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں پڑھاؤں۔ کچھ عرصہ پہلے جب میں بیمار ہوا تو مفتی صاحب رحمہ اللہ نے میرے حق میں ڈھیر ساری دعائیں فرمائیں۔ اور فرمایا: "میں نے (آپ کی بیماری کے بارے) سنتے ہی دعائیں کیں اور بھی کروں گا اللہ تعالی چشمہ فیضان تادیر عروج اور فروغ کے ساتھ رکھے اور اللہ تعالی غم اور ھم (عربی میں غم کا ہم معنی لفظ ہے) سے محفوظ فرمائے اگر یہ ساحر کا سحر ہے تو اس کی گردن ٹوٹے اور اگر یہ بیماری ہے تو بحکم الہی

واپس ہو جائے۔ اگر یہ کوئی نظر بد ہے یا اور کوئی چال ہے سفلی ہے، ہندسہ ہے، رمل ہے، جفر ہے، عدد ہے۔ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قدرت رکھتے ہیں واللہ غالب علی امرہ۔ امید ہے کہ بہت جلد صحت یاب ہوں گے اور شفا عظیم نصیب ہوگی اور پوری امت آپ کے فیضان سے مزید مستفید اور مستنیر رہے گی ان شاء اللہ۔ عاجز و فقیر محمد زرولی خان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

کچھ عرصہ پہلے آپ نے دوران درس تفسیر فرمایا: میں نے انور شاہ کو کہا: انور شاہ! وقت کم ہے میری روانگی ہے سفر طویل ہے۔ پھر ایک پشتو ایک شعر پڑھا اور فرمایا: ارمان کرو گے جہان ڈھونڈو گے ملے گا نہیں آپ کو۔

کیا خبر تھی کہ یہ الفاظ اتنی جلدی حقیقت کا روپ دھار لیں گے۔ تعزیت کے موقع پر میں نے اپنے سامعین کی خدمت میں ایک آڈیو پیغام کے ذریعے حضرت سے حوالے سے پانچ باتیں پیش کیں ہیں۔ افادہ عام کے لیے اپنے قارئین کی خدمت میں بھی عرض کیے دیتا ہوں۔

(۱) حضرت رحمہ اللہ کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام حسنات، نیکیاں اور خدمات دینیہ کو قبول فرمائے بشری تقاضے کے تحت کوئی خطائیں ہوئیں تو اللہ ان کو اپنے کرم سے معاف فرمادے۔

(۲) حضرت رحمہ اللہ کے لیے صدقہ کر کے، نوافل پڑھ کے یا کوئی اور خیر کا کام کر کے ایصال ثواب فرمائیں۔

(۳) حضرت رحمہ اللہ کے اہل خانہ اور پسماندگان سے تعزیت فرمائیں۔

(۴) حضرت رحمہ اللہ کے ادارے کے ساتھ جو لوگ منسلک تھے مزید اس تعلق کو مستحکم کرنے کا ارادہ فرمائیں۔

(۵) حضرت رحمہ اللہ کے جو دینی کام چل رہے تھے ان کیلیے دعائیں فرمائیں وہ جاری رہیں ان کے لئے تعاون کا ارادہ کریں کہ کام چلتے رہیں۔

آپ کے جنازے میں بہت بڑی تعداد میں فرزندان توحید نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان جزائے خیر اور اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

پیر گوہر رحمان نقشبندی فریدی

اسلام کا نظام عدل

انسانی معاشرہ کی کامیاب زندگی گزارنے کے لئے از حد ضروری ہے کہ کوئی قاعدہ اور قانون موجود ہو۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں تخلیق کر کے اسکی زندگی گزارنے کے لئے ایک ضابطہ ،قرآن کریم کی خوبصورت شکل میں ،بھیج دیا تا کہ اس معظم ومکرم کتاب میں بیان کردہ احکامات کی روشنی میں اپنی متعین سانسیں فرحت وسکون کے ساتھ گزار کے اپنی وطن اصلی طمانیت کے ساتھ لوٹ جائے۔لیکن حضرت انسان نے خالق حقیقی اور مالک کائنات کے احکامات کو پس پشت ڈال کر انسان کے بنائے ہوئے قوانین پر چلنے کے باعث اپنی جانوں اور مفادات دنیاوی واخروی کو داؤ پر لگا دیا اور شب و روز سرگردان رہنے لگا۔ کورٹ کچہری کے چکر کاٹتے ہوئے پوری زندگی گزر جاتی ہے،لیکن انصاف کا حصول خواب بے تعبیر ثابت ہو جاتا ہے۔

تاریخ اسلام ایسے بے شمار واقعات سے پردہ اٹھاتا ہے جہاں اسلامی نظام عدل اور مساوات کی زندہ مثالیں موجود ہیں۔یہاں آپ کے سامنے صرف یہ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں ،جس سے ہر مسلمان اسلامی نظام عدل کے خوبصورتی کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔

خلیفہ دوم امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی دور خلافت ہے۔نماز کا وقت ہے،مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اہل ایمان جمع ہیں کہ اسی کچی زمین پر کھجور کے چھال سے بنے چٹائی اور کھجور کے شاخوں سے بنی چھت کے نیچے امیر المؤمنین امور خلافت بھی نمٹاتے تھے۔یہ چٹائیاں بھی حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں بنوا کر بچھائی گئیں ورنہ آپؓ سے پہلے تک مساجد میں لوگ کنکریوں پر نماز ادا کرتے تھے۔ پارلیمانی فیصلے اور ملکی نظام کے علاوہ قیصر و کسریٰ کے پایہ تخت کے فیصلے بھی یہیں ہوا کرتے تھے۔ یہی مسجد ،یہی خانقاہ ،یہی پارلیمنٹ ہاؤس اور یہی پایہ تخت۔ نہ پہرہ دار ،نہ کمانڈوز، نہ ایلیٹ فورس اور نہ کوئی حساس آلہ یا پروٹوکول۔ ہر کوئی بے فکری اور دلجمعی کے ساتھ آتا جاتا ہے۔کسی پرچی اور کسی سفارش کی ضرورت نہیں۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان سیدنا حضرت

عباسؓ کا مکان تھا، جسکا پرنالہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گرتا تھا۔ جب پانی آتا تھا تو پرنالہ سے ہو کے نمازیوں کے ارد گرد گرتا تھا، جس سے نمازیوں پر چھینٹیں پڑتیں اور ان کے کپڑے خراب ہوجاتے تھے۔ نمازیوں کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے ان کی سہولت کی خاطر امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے وہ پرنالہ اکھڑوا دیا۔ اس عمل کے دوران سیدنا حضرت عباسؓ موقع پر موجود نہیں تھے، جب سیدنا حضرت عباسؓ گھر تشریف لائے اور پرنالہ کی یہ حالت دیکھی تو نہایت افسردہ ہوئے، مدینہ منورہ ہے اور چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) سید الانصار حضرت ابی بن کعبؓ کی عدالت ہے۔ حضرت عباسؓ سیدھے چیف جسٹس صاحب کے پاس استغاثہ دائر کرنے جاتے ہیں۔ نہ کسی کورٹ فیس کی ضرورت ہے، نہ بلاضرورت کوئی طویل عمل، نہ اتریخوں پر تاریخ التوا اور نہ کسی اور رکھ رکھاؤ کی حاجت۔ استغاثہ بھی کسی عام آدمی کے خلاف نہیں بلکہ خلیفۂ وقت کے خلاف ہے۔ خلیفۂ وقت بھی کون؟ وہ شخصیت جن سے شیطان بھی ڈرتا تھا۔ جن کے نام سے مشرکین مکہ کی مائیں اپنے بچوں کو ڈرایا کرتی تھیں کہ چپ ہو کر سو جاؤ ورنہ عمر فاروق ؓ تمھارے پیچھے آئینگے۔

چیف جسٹس نے حاضری کا پروانہ اسی عمر (رضی اللہ عنہ) کے نام جاری کیا، کہ عدالت میں حاضر ہو کر مستغیث کے الزام کی جواب دہی کریں۔ نہ حاکم وقت کا خوف، نہ اپنی نوکری کی پرواہ، جو حق ہے اور جو فرض منصبی ہے، بس اسے بجالانا ہے۔

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے نام عدالت میں حاضری کا پروانہ جاتا ہے جو دنیا کا سب سے بڑا اور بہترین حکمران ہے۔ پروانہ میں تحریر ہے، سیدنا عباسؓ بن عبدالمطلب نے مقدمہ دائر کر کے انصاف چاہا ہے، اسلئے خلیفۂ وقت حاضر ہو کر مقدمے کی پیروی کریں۔ آج کے عدالتی نظام میں ہم آئے روز دیکھتے ہیں کہ عدالتی احکامات کو صدر اور وزیر اعظم تو کجا بابو حضرات بھی ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اس پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ لیکن عرب وعجم کے سرخ وسفید کے مالک خلیفہ وقت مقررہ وقت پر حاضر عدالت ہوتے ہیں۔ چیف جسٹس صاحب دیگر امور میں مصروف ہیں اور خلیفہ وقت ،عدالت سے باہر، حاضر ہونے کی اجازت کا انتظار کرتے ہیں، کوئی وی آئی پی سلوک (VIP Treatment) نہیں مانگتے، نہ دی جاتی ہے۔ کافی دیر گزر جانے کے بعد جب چیف جسٹس صاحب دیگر امور سے فارغ ہوتے ہیں، تو امیر المؤمنین کو عدالت میں آنے کی اجازت ملتی ہے۔ حضرت عمرؓ اپنی صفائی میں کچھ کہنا شروع کرنا چاہتے ہیں، لیکن چیف جسٹس نے فوراً ٹوک دیا اور فرمایا کہ قانون کے مطابق پہلے کچھ کہنے کا حق مدعی کا ہے، پہلے سیدنا عباسؓ اپنا مقدمہ پیش کریں، آپ خاموش رہیں۔ خلیفہ وقت

چیف جسٹس کی بات کا برا نہیں مانتے، اور چپ ہو جاتے ہیں۔

مقدمہ کی با قاعدہ کارروائی شروع کی جاتی ہے۔ حضرت عباسؓ نے اپنا موقف عدالت کے سامنے رکھتے ہوئے بیان دیا: کہ جناب! میرے مکان کا پرنالہ شروع ہی سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اطہر میں بھی یہیں تھا اور خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں بھی یہیں لگا تھا۔ لیکن اب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے اس کو میری اجازت کے بغیر اکھڑوادیا، جس سے میرا نقصان ہوا، مجھے شدید رنج پہنچا، اسلئے میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔

چیف جسٹس صاحب نے مستغیث کے مؤقف کو سننے کے بعد فرمایا: ''آپ مطمئن رہئے آپ کے ساتھ انصاف کیا جائیگا۔'' اسکے بعد چیف جسٹس صاحب نے حضرت عمر فاروقؓ کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیتے ہوئے آپؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ''کہئے امیر المؤمنین! آپ اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' حضرت عمرؓ نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں مانتا ہوں کہ میں نے ہی پرنالہ اکھڑوادیا ہے۔ لیکن بات دراصل یہ ہے کہ پرنالے سے پانی آتا اور نمازیوں پر گرتا جس کے چھینٹوں سے نمازیوں کے کپڑے خراب ہوتے تھے، اسلئے لوگوں کے آرام اور سکون کی خاطر میں نے پرنالہ اکھڑوادیا۔ اسی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ میں نے کوئی ناجائز کام نہیں کیا ہے۔'' ملزم کا یہ مؤقف سنکر قاضی صاحب نے حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ''اب کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' حضرت عباسؓ نے اپنے استغاثہ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا: ''واقعہ یہ ہے کہ یہ پرنالہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود میرے لئے اپنی مبارک چھڑی سے نشانات مقرر کر کے میں نے انہی نشانات پر اپنا مکان بنایا۔ جب مکان تعمیر ہوا تو یہ پرنالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم سے اس جگہ رکھوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چچا جان! آپ میرے کندھوں پر کھڑے ہو جائیں اور پرنالہ لگائیں۔'' میں نے پہلے تو بہت انکار کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر کندھے مبارک پر چڑھ کر یہ پرنالہ لگایا۔ اب امیر المؤمنین نے اسے کیوں اکھڑوادیا؟'' یہ سن کر چیف جسٹس صاحب نے فرمایا: ''ابوالفضل عباسؓ! کیا آپ اس واقعہ کے کوئی گواہ پیش کر سکتے ہو؟'' حضرت عباسؓ نے فرمایا: ''ایک دو نہیں بلکہ متعدد گواہ پیش کئے جا سکتے ہیں۔'' یہ کہہ کر باہر نکلے اور چند انصاریوں کو تلاش کر کے لائے۔ جنہوں نے گواہی دی کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو اپنے مبارک کندھوں پر چڑھا کر پرنالہ نصب کرادیا تھا۔'' گواہی دی جارہی ہے، کس کے خلاف؟ دنیا کے عظیم

حکمران کے خلاف ۔ وہ حکمران جن کے نام سے ایران و فارس کے حکمرانوں پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا، آنکھیں نیچے کئے خاموش کھڑے ہیں ۔ فوراً آگے بڑھتے ہیں اور سیدنا حضرت عباسؓ سے کہتے ہیں، ''آپ اللہ کیلئے میرا قصور معاف کردیں، مجھے ہرگز علم نہیں تھا کہ یہ پرنالہ حضرت نبی مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگوایا تھا۔ ورنہ میں کبھی بھول کر بھی یہ نہ اکھڑواتا۔ یہ سب لاعلمی کی وجہ سے ہوا۔ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ آپ اب میرے کندھوں پر کھڑے ہوکر یہ پرنالہ لگا دیں۔'' چیف جسٹس صاحب نے کہا، ''امیر المؤمنین ! آپ کو یہی کرنا چاہئے تھا۔'' یہ تھا جواب اور معافی نامہ ایک عظیم المرتبت حکمران امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ کی طرف سے۔

حضرت عمر فاروقؓ ، جن کے نام سے کفار پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی ، جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا ، تو وہ عمر ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے ، آج دیوار کے نیچے کھڑے ہیں اور حضرت سیدنا عباسؓ ان کے کندھے پر چڑھ کر پرنالہ لگا رہے ہیں۔ جب پرنالہ نصب ہو جاتا ہے تو حضرت عباسؓ فرماتے ہیں: ''امیر المؤمنین ! آپؓ کی انصاف پسندی کی بدولت مجھے میرا حق مل گیا ہے، اب میں اپنے مکان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کرتا ہوں اور آپ کو اختیار دیتا ہوں کہ اسکو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل فرمالیں تا کہ مسجد کو وسعت حاصل ہو اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے نمازیوں کی تکلیف کا تدارک ہو سکے۔''

یہ کیسا معجزہ تھا دوستو شان رسالت کا
شتر بانوں کو بخشے جس نے آداب جہاں بانی

اس مقام پرنالہ کا ہر بار ، جب بھی حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوتی ہے ، دیدار کر کے آنکھیں ٹھنڈی کرلیتا ہوں۔ پرنالہ ختم ہو چکا ہے لیکن اسکا نشان تا حال، مسجد نبوی شریف میں موجود ہے

کون ہے جو اس قسم کی اعلیٰ مثال نظام عدل تو دور کی بات، کوئی ادنیٰ مثال ہی پیش کرے؟ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی انصاف صرف لفظی رہ گیا ہے۔ معاشرہ میں چار سُو نظر دوڑانے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ انصاف ہی کا فقدان ہے کہ کوئی بھوک سے خودکشی پر مجبور ہے تو کوئی اپنے جگر گوشوں کو قتل کرنے میں عافیت سمجھتے ہیں ۔ کوئی اپنی ہی اولاد کو سامان تجارت سمجھ کر چند روپوں کی عوض بیچتے ہیں۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمارے وطن عزیز میں صحیح معنوں میں انصاف قائم ہو کہ حاکم و محکوم اور مستغیث و ملزم دونوں کو مکمل انصاف ملے اور یہ خطہ ارض نمونہ جنت بن جائے۔

مفتی ذاکر حسن نعمانی
استاذ حدیث وتخصص جامعہ عثمانیہ پشاور

(پانچویں قسط)

بخارا، سمرقند اور ترمذ کا علمی، روحانی اور معلوماتی سفر

حکیم ترمذیؒ کے مزار پر حاضری

حکیم ترمذیؒ کا مزار دریائے آمو کے کنارہ پر شہر ترمذ میں واقع ہے، ترمذ تاشقند سے ۷۰۰ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے، اور ازبکستان کا آخری جنوبی علاقہ ہے۔ ولایت کا نام سرخان دریا ہے۔ دریائے آمو کی لمبائی ۲۲۰۰ کلو میٹر ہے، دریائے آمو کو جیجون بھی کہتے ہیں، تاشقند میں پھر اس کو سیحون کہتے ہیں۔ دریائے آمو کے اس (ازبکستان) طرف کو ماوراء النہر کہتے ہیں اور اُس (افغانستان) طرف کو مادون النہر کہتے ہیں۔ حکیم ترمذی کا مزار بالکل دریائے آمو کے کنارہ پر ہے۔ حکیم ترمذی کے مزار کے بالمقابل دریا کے اس طرف افغانستان کا علاقہ مزار ہے، جہاں مزار کی باونڈری (سرحد) ہراتان بندر ہے، بخارا، سمرقند، خیوہ (خوارزم) اور (تاشقند، قدیم نام شاش) ماوراء النہر کے مشہور شہر ہیں۔ یونانی ماوراء النہر کو (Transoxiana) کہتے ہیں۔ حکیم ترمذی کا مزار دریائے آمو کے کنارہ پر ایک خوبصورت کھلے ہوادار علاقہ میں واقع ہے۔ سلیقہ سے لگائے ہوئے درخت اور خوبصورت چمن ہیں، ان کے بیچ میں پکے چھوٹے چھوٹے راستے ہیں۔ مزار کی عمارت اور مقبرہ بھی بہت خوبصورت ہے اور ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد ہے، زائرین کے بیٹھنے کے لیے جگہ بھی ہے، مزار کے ساتھ ایک تہہ خانہ ہے جو حکیم ترمذی بطور مطب استعمال کرتے تھے۔ مزار کی حاضری کے موقع پر وہاں کے ذمہ دار جناب قاضی سید علی اکبر ہمارے ساتھ تھے۔ جناب قاضی صاحب نے فرمایا کہ مزار کے پورے ایریا میں درختوں اور چمن کی ڈیزائنگ میں نے خود کی ہے، اور مزید فرمایا کہ یہ درخت میں نے خود لگائے ہیں۔ بندہ سے فرمانے لگے کہ دریائے آمو کے اس (ازبکستان) طرف کو ماوراء النہر کہتے ہیں تو میں نے کہا کہ ہمارا تعلق اُس (افغانستان) طرف کو مادون النہر سے ہے، فرمانے لگے کہ آپ ہمارے لیے ماوراء النہر والے ہیں۔ میں نے کہا یہ (ماوراء النہر) کی اصطلاح آپ کے علاقہ کے ساتھ خاص ہو چکی ہے۔ اصطلاحات کو نہ بدلیں، تاریخی گڑبڑ ہو جائے گی۔ اس پر قاضی صاحب ہنس پڑے۔ ہم جس

وقت مزار پر حاضری کے لیے پہنچے تو وہاں مردوں ،عورتوں اور بچوں کا ہجوم تھا، وفد نے زیارت کی ، اس کے بعد مزار کے قریب موجود زائرین مرد اور عورتیں سب جمع ہو گئے ، چنانچہ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے عربی میں تمام زائرین کے لیے دعائیں مانگی ۔ تمام زائرین پورے وفد کی طرف عقیدت اور محبت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے ۔اس لیے کہ وفد کے سب حضرات باشرع تھے۔

حکیم ترمذیؒ کے حالات

آپ کا تذکرہ اسلامی تاریخ میں ملتا ہے ، میری خوش قسمتی تھی کہ ہمارے رہنما جناب محمد ہمایوں ندیم صاحب تھے ،جنہوں نے حکیم ترمذی کے حالات زندگی پر فارسی زبان میں کتاب لکھی تھی ، انہوں نے وہ کتاب مجھے فراہم کی ،کچھ میں نے خود مطالعہ کیا ، مناسب ہے کہ حکیم ترمذی کے بارے میں کچھ لکھوں:'' آپ کا نام محمد ہے ، کنیت ابوعبداللہ اور حکیم ترمذی کے نام سے شہرت ہے۔

آپ کے اوصاف

امام ، حافظ ، عارف ، زاہد ، مفسر ، محدث ، شیخ ، ولی سید حکیم ترمذی وغیرا اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے ، سن پیدائش ۲۰۵ھ تا ۲۱۵ھ کے مابین ہے ۔آپ کے پہلے استاذ آپ کے والد علی بن حسن ہیں جو عالم اور محدث تھے۔ جب کہ دیگر اساتذہ میں (۱) یحیٰ بن معاذ رازی (۲) سفیان بن وکیع الجراح (۳) صالح بن محمد ترمذی (۴) صالح بن عبداللہ ترمذی (۵) حسن بن عمر بن شقیق بلخی (۶) قتیبہ بن سعید بلخی بغلان (پیدائش ۱۵۰ھ بلخ)

آپ کے شاگرد: (۱) یحیٰ بن منصور القاضی (۲) ابوبکر محمد بن الحکیم الوراق (۳) ابوعلی حسن بن علی الجرجانی

تالیفات: (۱) سیرۃ الاولیا (۲) علل الشریعۃ (۳) کتاب الحقوق (۴) تحصیل نظائر القرآن (۵) کتاب الادب النفس۔ ان کی اہم کتاب نوادر الاصول فی احادیث الرسول ہے۔

حکیم ترمذی اولیاء اللہ کے چند ظاہری اوصاف بیان کرتے ہیں:

(۱) ان کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہو، (۲) صاحب فراست ہوتے ہیں

(۳) ان کو ستانے کا انجام برا ہوتا ہے (۴) حاسدین کے علاوہ سب ان کی تعریف کرتے ہیں

(۵) مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ " من جهل باوصاف العبودية فهوباوصاف الربوبية اجهل "یعنی جو بندگی نہیں جانتا وہ رب کے بارے میں جاہل تر ہے۔آپ سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور فعلی صفت کے

بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ "كل مايتحمل الزيادة والنقصان فهومن صفات الفعل "کمی بیشی قبول کرنے والی صفت، فعلی صفت ہے اور جو صفت کمی بیشی قبول نہ کرے وہ ذاتی صفت ہے۔ یہ عقائد کے مسئلہ (فعلی اور ذاتی صفت کی ایک اچھی تعبیر ہے) عقائد کی کتب میں ذاتی اور فعلی صفت کی تعریف یوں لکھی ہے:"والفرق بين صفات الذات و صفات الفعل ان كل صفة لايوصف الله بضدها فهي من صفات الذات و كل صفة يوصف الله تعالىٰ بضدها فهي من صفات الفعل "

علم، قدرت، حیاۃ، کلام وغیرہ ذاتی صفات ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی ضد مثلاً جہل، عجز، موت وغیرہ ثابت نہیں۔ اسی طرح رحمۃ، غضب، تخلیق اور ترزیق وغیرہ فعلی صفات ہیں، مثلاً کسی کو رزق دیتا ہے، کسی کو نہیں، آپ سے ایثار کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "اختيار حظ غيرك على حظ نفسك" یعنی دوسرے کے حصے کو اپنے حصے پر ترجیح دینا۔ یقین کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "اليقين استقرار القلب على الله تعالىٰ وعلى قوله وامره " اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے قول اور امر پر دلی اطمینان۔ شکر کے بارے میں فرمایا: " الشكر تعلق القلب بالمنعم "منعم (انعام کرنے والا) کے ساتھ قلبی تعلق۔

ملفوظات

(۱)......بچے کی اصلاح مکتب میں ہوتی ہے۔(۲)......جوان کی اصلاح علم کیساتھ ہوتی ہے۔ (۳)......بڑی عمر کے آدمی کی اصلاح کی جگہ مسجد ہے۔(۴)......عورت کی اصلاح کی جگہ اس کا گھر ہے۔(۵)......موذی انسان کی اصلاح کی جگہ جیل ہے۔

مولانا جامی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "از کبار مشائخ است حدیث بسیار داشت۔ آپ کو خضر علیہ السلام کی صحبت بھی حاصل تھی، آپ کے مرید ابوبکر الوراق فرماتے ہیں کہ ہر یک شنبہ کو حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس آتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے احوال پوچھتے تھے۔

جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں کہ حکیم ترمذی زاہد، واعظ، مؤذن اور صاحب تصانیف ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ حکیم ترمذی نے جب علل الشریعۃ اور کتاب ختم الاولیاء لکھی تو لوگوں نے تنقید کا نشانہ بنایا، چنانچہ آپ نے اپنی تمام تصانیف دریا میں ڈال دیں۔ مچھلیوں نے کتابیں نگل لیں، اور پھر کنارہ پر ڈال دیں۔ پھر لوگوں نے ان کتابوں سے استفادہ کیا۔ جلال الدین السیوطی الحاوی علی الفتاویٰ میں حکیم ترمذی سے ان کی سند کے ساتھ حدیث نقل کرتے ہیں: اخرج

الحکیم الترمذی بسندہ عن حذیفۃ الیمان قال فی قبر حساب وفی الآخرۃ حساب فمن حوسب فی القبر نجا، ومن حوسب فی القیامۃ عذب۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی علم الکلام میں فرماتے ہیں:وروی الحکیم الترمذی مرفوعا ان اللہ احتجب عن العقل کما احتجب عن الابصار (جیسے اللہ تعالیٰ آنکھوں سے مستور ہیں اسی طرح عقل سے بھی مستور ہیں۔)امام شمس الدین ذھبیؒ فرماتے ہیں کہ حکیم ترمذی کی تصوف اورطریقت میں تصنیفات ہیں ،آپ نے خراسان اورعراق میں حدیث کا سماع کیا،آپ نے اپنے باپ ،قتیبہ بن سعید،سفیان بن وکیع اور یحییٰ بن موسیٰ سے احادیث سنیں۔

مورچ بابا جامع مسجد

حضرت حکیم ترمذیؒ کے مزار سے ہمارا وفد مورچ بابا کی جامع مسجد میں آیا، یہاں سب نے ظہر کی نماز پڑھی ،مسجد کے امام صاحب کے ساتھ وفد کا تعارف ہوا،مسجد کے امام صاحب نے ازبک زبان میں اعلان کیا کہ وفد کے سربراہ ظہر کی نماز پڑھائیں گے، چونکہ وہ مسافر ہیں ،دورکعت پڑھائیں گے ،آپ تمام مقتدی ان کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی بقیہ نماز مکمل کریں،چنانچہ ہمارے وفد کے قائد جناب مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے ظہر کی سفرانہ نماز پڑھائی۔سلام پھیرنے کے بعد عربی زبان میں اعلان کیا کہ ہم مسافر ہیں آپ اپنی نمازیں پوری کرلیں۔ظہر کی نماز کے بعد جالندھری صاحب نے لوگوں سے مختصر خطاب فرمایا۔مسجد کے مشرقی جانب مسجد کے قریب ایک چھوٹا سا خوبصورت مزار تھا،اس کی میں نے زیارت کی ،قبر کے سرہانے کی طرف اوپر چھت کے قریب دیوار پرلکھا تھا: "ضریح الشیخ عبدالولی السمرقندی عاش فی القرن التاسع عشر" (انیسویں صدی کے شیخ عبدالولی سمرقندی کا مزار)

ترمذ دولت یونیورسٹی کے پریذیڈنٹ کی مختصر تقریر

ہمارے اس یادگار علمی اورروحانی سفر کا اختتام ترمذ میں ہوا۔ترمذ کے ہوٹل میں مغرب کی نماز کے بعد وفد کے سب ارکان اپنے اپنے تاثرات بیان کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہوئے،تھوڑی دیر کے بعد ترمذ دولت یونیورسٹی کے پریذیڈنٹ (جووائس چانسلر بھی تھے) جناب عبدالقادر بن حمید صاحب تشریف لائے، جناب عبدالقادر صاحب ازبکستان پارلیمنٹ کے ممبر اورکن بھی ہیں ،آپ نے ازبک زبان میں مختصر تقریر کی جس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

"آپ حضرات کو دیکھ کر یوں محسوس ہوا گویا رمضان آرہا ہے، (وہاں رمضان کا موسم غالبا اچھا رہتا ہے) میں ترمذ دولت یونیورسٹی کا وائس چانسلر ہوں ،اس یونیورسٹی میں پینتالیس (۴۵) ڈیپارٹمنٹ (شعبے) ہیں ،جن میں ایک اسلامک ڈیپارٹمنٹ بھی ہے، یہ مقدس سرزمین ہے لیکن اس پر ایک بہت برادور (روسی تسلط) گزرا ہے۔ مجھے میرے ابو کی ہدایت تھی، کہ جب گھر سے باہر بازار کی طرف نکلو تو لوگوں کو اسلام کے بارے میں کچھ نہیں کہنا، (یعنی خوف کا زمانہ تھا) اب اللہ تعالی کا شکر ہے کہ دو سال سے آپ جیسے لوگوں سے دوبارہ ملاقات ہو رہی ہے، (اس سے پہلے شاید کسی اور ایسے وفد سے ملے تھے) میرے استاذ محترم کا کہنا ہے کہ جب علمائے کرام کے ساتھ بات کرو مختصر کرو۔ میری حاضری کا مقصد یہ بھی ہے کہ میرے لیے اور میری اولاد کے لیے آپ حضرات دعا کریں۔ آج کل ہم بھی آپ کے ملک کے دورہ کا انتظام کر رہے ہیں۔مقولہ کے طور پر یہ بات سنائی ہم ہندوستان میں امام بخاری اور بخاری کے ہزار سالہ اثرات دیکھنا چاہتے ہیں، پاکستان کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ مقولہ متحدہ ہندوستان کے زمانہ کا ہے، پاکستان تو بعد میں بنا ہے۔ میں (ذاکرحسن) دل میں سوچنے لگا کہ آپ ہندوستان میں بخاری کے اثرات دیکھنا چاہتے ہیں حالانکہ پورے عالم اسلام میں بخاری کے روشن اثرات ہیں اور روشنی کی طرح واضح ہیں۔ یا شاید ہندوستان کا ذکر اس لیے کیا کہ ماضی قریب میں ہندوستان میں احادیث اور بخاری شریف کی بہت زیادہ خدمت ہوئی ہے۔ اور برصغیر میں دینی مدارس کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا ہے۔میری (پریذیڈنٹ) آخری بات یہ ہے کہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ (وفد والوں) نے ہمیں اپنا سمجھا، آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو لوگوں میں فی الحال علم اور تقویٰ نظر نہیں آرہا، تو آئندہ ان شاء اللہ آپ یہ دونوں چیزیں (علم اور تقویٰ) دیکھ لیں گے۔" یہ چانسلر (عبدالقادر) کلین شیو نوجوان تھے، میرے اندازہ کے مطابق ان کی عمر پینتالیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ان کی ذہانت، سمجھ بوجھ اور دردمند فکر کا اندازہ ان کی مختصر تقریر سے لگایا جاسکتا ہے۔

بندہ کے تاثرات

ازبکستان (تاشقند، سمرقند، بخارا اور ترمذ) کے ایک ہفتہ کے اس مختصر دورہ میں میرے تاثرات بھی چانسلر عبدالقادر کے دو الفاظ میں ہے کہ علم وتقویٰ کی بہت کمی تھی۔الحمد اللہ ازبکستان میں 90% فیصد لوگ مسلمان ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کی طرح علمی اور تبلیغی سرگرمیاں نظر نہیں آتیں، علم اور تقویٰ تو اس وقت دیکھنے میں آئے گا، جب سلسلہ تعلیم اور تبلیغ کا دور پورے آب وتاب کے ساتھ شروع ہوجائے۔

ادارہ

افکار و تاثرات

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

فاضل گرامی مولانا راشد الحق سمیع حقانی صاحب، ایڈیٹر ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے بخیر وعافیت ہوں گے،

آپ کا مکتوب موصول ہوا، جس میں آپ نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا سمیع الحق حقانیؒ سے متعلق ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک کی خصوصی اشاعت سامنے لانے اور اس کیلئے مضمون تحریر کرنے کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایک اچھی کوشش ہوگی کہ مولانا کی علمی، دینی، ملی، دعوتی اور سیاسی خدمات ومساعی کا تقاضا بھی ہے اور جس ادارہ کا وہ ترجمان ونمائندہ ہے اس کا حق بھی میں نے اپنے تاثرات تحریر کئے ہیں جو اگر پسند آئیں تو شائع فرماسکتے ہیں۔

لاہور میں رابطہ ادب اسلامی عالمی کے اجلاس میں مولانا مرحوم کی تشریف آوری اور تعلق ومحبت کا اظہار یاد ہے اور اس کی قدر بھی ہے، عرصہ کے بعد آپ سے رابطہ ہوا خوشی ہوئی۔

باقی احوال لائق شکر ہیں، عزیزی سید محمود حسن حسنی ندوی (سلمہ اللہ) بھی بخیر ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں، میں دعا گو ہوں آپ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۵/نومبر ۲۰۲۰

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے
موتمر المصنفین کی کتب حاصل کرنے کے لئے رابطہ نمبر 0315 9898998

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کے ششماہی امتحان اور تعطیلات

۱۲؍دسمبر بروز ہفتہ سے جامعہ حقانیہ کے ششماہی امتحانات شروع ہوئے، امتحان کیلئے ۵ سینٹروں کا انتخاب کیا گیا، سماجی فاصلے کو مدنظر رکھ کر امتحان بڑے بہترین انداز میں پایہ تکمیل کو پہنچے، چار ایام پر مشتمل اس امتحان کی مکمل نگرانی حضرت مہتمم صاحب خود فرماتے رہے اور تمام امتحانی سنٹرز میں خود تشریف لے جاتے، طلبا کیساتھ ساتھ اساتذہ کو بھی امتحانی ترتیب پر انکی حوصلہ افزائی فرماتے رہے، امتحان کے بعد جامعہ کی ۱۰؍دن کی تعطیلات بروز بدھ ۱۶؍دسمبر تا ۲۵ دسمبر تک کا اعلان ہوا اور جامعہ کی حاضری ان شاء اللہ ۲۶ دسمبر بروز ہفتہ کو ہوگی۔

دارالعلوم کے مخلصین کا سفر آخرت

۲۴ نومبر: بابائے صحافت کے بزرگ صحافی، بیباک اور نڈر شخصیت، APNS کے سابقہ صدر، روزنامہ وحدت کے چیف ایڈیٹر پیر سفید شاہ ہمدرد بھی دنیا سے رحلت کر گئے، نماز جنازہ حضرت مہتمم صاحب نے پڑھایا بعد میں تفصیلی دعا اور پسماندگان کو صبر کی تلقین فرمائی۔ جنازہ سے قبل حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے حضرت پیر صاحب مرحوم کی خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے خطاب میں انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ ۴؍دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے داماد اور شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحقؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کے بہنوئی جناب افسر بہادر خٹک صاحب وفات پاگئے، نماز جنازہ حضرت مہتمم صاحب نے پڑھایا، موصوف حقانیہ ہائی سکول کے سابقہ پرنسپل تھے، آپ ایک انتہائی مخلص، محنتی ایماندار اور دیانتدار انسان تھے، حیات مستعمار بڑے اصول پسندانہ انداز میں بسر کی، قارئین سے ان کے رفع درجات کے لئے دعاؤں کی اپیل ہے۔

۸؍دسمبر: جامعہ حقانیہ کے قدیم رکن شوریٰ، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے سفر وحضر

کے مخلص مرید اور ساتھی جناب الحاج ممتاز علی خان آف شیدو بھی رحلت فرما گئے، آپ درویش منش انسان تھے، علاقہ کے بڑے خوانین میں سے تھے لیکن عمر بھر حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں فقیری اور درویشی کے اوصاف کی بناء پر ڈرائیونگ و دیگر خدمات سرانجام دیتے رہے، کچھ عرصہ بیمار رہے، نماز جنازہ حضرت مہتمم صاحب نے پڑھایا اور پسماندگان سے تعزیت فرمائی۔

۱۷رنومبر: حاجی شاہ گل آفریدی کے بھائی حاجی کابل شیر آفریدی وفات پا گئے جن کی تعزیت کے لئے حضرت مہتمم صاحب باڑہ میں واقع ان کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے اور ان سے تعزیت اور مرحوم کیلئے دعائے مغفرت فرمائی۔ اس موقع پر مولانا سلمان الحق اور مولانا بلال الحق مکی بھی ہمراہ تھے، تعزیت کے موقع پر علاقہ بھر کے عوام و خواص کا ایک ہجوم تھا جن کے پراصرار مطالبہ پر حضرت مہتمم صاحب نے تعزیتی بیان بھی فرمایا۔ حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب بھی تعزیت کیلئے تشریف لے گئے۔

مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی مصروفیات و اسفار

۱۳رنومبر: ضیاء القرآن ہری پور میں منعقد جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور مہمان خصوصی حضرت مہتمم صاحب کو مدعو کیا گیا، سیرت کے عنوان پر تفصیلی خطاب میں حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا کہ ہمارے دین و دنیا کی بقاء کا راز صرف اور صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اپنانے میں مضمر ہے، آج ہماری ذلت و پستی کا سبب بھی ان تعلیمات نبویؐ سے دوری ہے۔

۲۶نومبر: جامعہ حقانیہ کے دفتر تعلیمات کے ناظم مولانا فیض السلام صاحب عرصہ سے بیمار ہیں، حضرت مہتمم صاحب بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے، تمام قارئین سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے، مدرسہ صوت القرآن آدم زئی میں منعقد سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس میں حضرت مہتمم صاحب نے شرکت فرمائی اور سیرت کے موضوع پر تفصیلی خطاب فرمایا۔

۲۹نومبر: حاجی عبدالودود فقیر کے فرزند کے شادی کے موقع پر مہتمم صاحب پشاور تشریف لے گئے۔

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ طویل علالت کی بناء پر طلبا سے آن لائن درس فرماتے رہے، گزشتہ دنوں دارالعلوم میں ان کی واپسی ہوئی، الحمدللہ آپ نے درس حدیث شروع کر دیا اور حضرت مہتمم صاحب سے خصوصی ملاقات بھی فرمائی۔

۱۰ردسمبر: جامعہ محمدیہ راولپنڈی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالشکور دیامری جامعہ حقانیہ تشریف

لائے حضرت مہتمم صاحب سے خصوصی ملاقات کی۔

۱۹ر دسمبر: جامعہ فریدیہ اسلام آباد کے اساتذہ کرام اور شیوخ عظام پر مشتمل جامعہ تشریف لائے، وفد نے حضرت مہتمم صاحب سے تفصیلی ملاقات کی، حضرت مہتمم صاحب کو جامعہ فریدیہ کے موجودہ صورت حال سے آگاہ فرمایا، جس پر حضرت مہتمم صاحب نے تسلی کا اظہار فرمایا اور تمام اساتذہ و شیوخ اور انتظامیہ کو قیمتی نصائح سے نوازا۔

نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کی مصروفیات واسفار

۷ر دسمبر: او آئی سی، عالمی ادارہ صحت، جامعۃ الازہر، اسلامی فقہ اکیڈمی، سعودی عرب، اسلامی ڈیلو پلپمنٹ بینک سعودی عرب کے اشتراک سے اسلامی ایڈوائزری گروپ کے زیر اہتمام سالانہ اجلاس بذریعہ ویڈیو کانفرنس منعقد ہوا، بطور رکن والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نے شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ کانفرنس کا عنوان ''کورونا وبا اور پولیو وائرس کا تدارک اور حفاظتی تدبیر'' تھا، کانفرنس کی صدارت امام کعبہ شیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ، او آئی سی کے سیکرٹری جنرل یوسف بن احمد العثیمین صاحب اور اسلامی ایڈوائزری گروپ کے چیئرمین یعقوب المز دو صاحب نے مشترکہ طور پر کی، کانفرنس کے شرکاء میں شیخ الازہر صاحب بھی شامل تھے۔

۹ر دسمبر: ام المدارس دارالعلوم دیوبند انڈیا کے زیر اہتمام شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ آن لائن عالمی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، پاکستان سے نمائندگی کرتے ہوئے والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور احسان اور سلوک کے عنوان پر اپنا خطاب فرمایا۔

۱۶ر نومبر: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب ایک روزہ دورہ پر ضلع دیر تشریف لے گئے جہاں انہوں نے ثمر باغ دیر میں امیر جماعت اسلامی سینیٹر سراج الحق صاحب کی والدہ مرحومہ کی وفات پر ان سے تعزیت کی اور بعدازاں مولانا گل نصیب خان صاحب کی دعوت پر ان کے ادارہ کا دورہ کیا، مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب بھی ہمراہ تھے۔

۲۰ نومبر: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ علامہ خادم حسین رضویؒ کی وفات پر ان کی جماعت اور خاندان سے تعزیت کی، جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں نماز جمعہ کے اجتماع سے تعزیتی خطاب بھی فرمایا۔

۲۱ نومبر: میاں محمد نواز شریف اور میاں شہباز شریف صاحبان سے ان کی والدہ مرحومہ کی وفات پر تعزیت کی۔

۲۳/نومبر: کوئٹہ بلوچستان کے معروف سیاسی اور سماجی شخصیت پاکستان زندہ باد قومی مومنٹ کے سربراہ انجینئر سردار نسیم خان صاحب نے حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب سے اکوڑہ خٹک میں ملاقات کی اور جمعیت علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا اور اپنی جماعت کو باضابطہ طور پر جمعیت علمائے اسلام میں ضم کرنے کا اعلان کیا۔

۱۲/دسمبر: مولانا محمد یعقوب صاحب کے ادارہ جامعہ ریاض العلوم مانکی صوابی میں منعقدہ تقریب ختم القرآن و دستار فضیلت میں بطور مہمان خصوصی شرکت اور خطاب فرمایا۔

۲۰/دسمبر: جامعہ تحسین القرآن کے ناظم ،موتمر المصنفین کے رکن مفتی محمد فہد حقانی کے چچا قاری مولانا محمد یونس صاحب مرحوم کی وفات کی تعزیت کیلئے مردان تشریف لے گئے، جنازہ میں دارالعلوم کی طرف سے مولانا راشد الحق سمیع ،مولانا سلمان الحق ،مولانا مفتی مختار اللہ ،مولانا عرفان الحق ،مولانا اسامہ سمیع و دیگر اساتذہ اور ''الحق'' کے عملہ نے شرکت کی ۔اس کے علاوہ جمعیت علمائے اسلام کے دیرینہ رہنما اور شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کے ساتھی سرپرست جمعیت حضرت سید نور احمد شاہ اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے استاد حدیث حضرت مولانا فیض الرحمٰن صاحب کی والدہ مرحومہ کی وفات پر بھی ادارہ مولانا فیض الرحمٰن صاحب و جملہ پسماندگان کے ساتھ اظہار تعزیت کرتا ہے۔

۲۰/دسمبر: مصری بانڈہ ،نوشہرہ ،اسلام آباد کورونہ ،مصری بانڈہ میں نئی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

۲۱/دسمبر: جمعیت علمائے اسلام نارووال پنجاب کے رہنما یادگار اسلاف حضرت مولانا یحییٰ خان محسن صاحبؒ کے فرزندان اور جمعیت علمائے اسلام نارووال کے جنرل سیکرٹری قاری عبدالرؤف محسن اور قاری زکریا محسن ،حافظ مجاہد نے اکوڑہ خٹک میں مولانا حامد الحق حقانی صاحب سے تفصیلی ملاقات کی۔

مولانا محمد اسلام حقانی

تعارف وتبصرہ کتب

- تفسیر سورہ یٰسین مولف: مولانا سید محمد متین ہاشمی

ضخامت: ۱۳۶ صفحات ناشر: مکتبہ جمال اردو بازار لاہور

قرآن کریم انس و جن کیلئے ہدایت کی کتاب ہے، اس کو یہ مقام و مرتبہ حاصل ہے کہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، اس کتاب ہدایت میں سے ایک سورت ایسی بھی ہے جسے قرآن کریم کا قلب (دل (قرار دیا گیا ہے، جس کو سورت یسین کہا جاتا ہے، اس سورت کی تفہیم، تشریح، ترجمہ اور تفسیر کرنے کیلئے علمائے کرام نے علیحدہ اور مستقل مجموعے بھی مرتب کئے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''تفسیر سورہ یٰسین'' بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، جسے ممتاز محقق مولانا سید محمد متین ہاشمی نے مرتب کیا ہے، مؤلف موصوف نے اس مجموعہ میں ایک شاندار مقدمہ لکھ کر سورہ یسین شریف میں موجود تمام موضوعات اور مباحث پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور اس سورت کا حاصل پیش کر دیا، مقدمہ کے بعد مؤلف موصوف نے بالتفصیل ہر آیت کا عام فہم سلیس ترجمہ اور مختصر مگر جامع تفسیر لکھیں اور ہر آیت سے متعلق فوائد و نکات کو نہایت سلیقہ سے پیش کیا اور آخر میں سورہ یسین شریف کے خواص اور فوائد بھی ذکر کئے ہیں، سورہ یٰسین کا یہ تفسیر خواص اور عامہ الناس دونوں کیلئے یکساں مفید اور نافع ہے، مکتبہ جمال لاہور والوں نے اس وقیع کاوش کو نہایت سلیقے سے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

- نور اقدس فی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤلف: سہیل احمد

ضخامت: ۲۹۷ صفحات ناشر: سہیل احمد، پرانا بازار تورڈھیر تحصیل لاہور ضلع صوابی، کے پی کے

زیر تبصرہ کتاب درود شریف کے فضائل پر مشتمل ہے، جس میں مؤلف نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم، درود شریف کے فضائل، درود شریف کے متعلق احادیث مبارکہ، جمعہ کے دن درود وسلام، درود شریف نہ پڑھنے کی وعیدیں، صحاح ستہ میں درود شریف کی احادیث، درود شریف کے متعلق حکایات اور درود شریف کے صیغے جیسے اہم عنوانات پر باحوالہ بحث کی

ہے، درودشریف پڑھنا جہاں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے وہیں دنیوی اور اُخروی اجروثواب اور برکات کا بھی موجب ہے۔ کتاب کی چھپائی ،ڈیزائننگ ہرلحاظ سے اعلیٰ ہے، کتاب مفت منگوانے کیلئے مولف سے 03133133313 پر رابطہ فرمائیں۔(مبصر: حبیب اللہ شاہ حقانی)

● پیرتاریک بایزید انصاری (انسائیکلوپیڈیا) تحریروتحقیق: علامہ مفتی مدرار اللہ مدرار نقشبندیؒ

ترتیب واضافہ حواشی: جناب اکرام اللہ شاہد ضخامت: ۸۵۷صفحات ناشر: اکرام اللہ شاہد ریسرچ سنٹر مردان 03005710544

حضرت مولانا مفتی مدرار اللہ مدرار نقشبندی صاحبؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، قیام پاکستان سے قبل شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی جمیعت العلما میں شامل ہوئے اور تحریک آزادی وتحریک پاکستان میں صوبہ سرحد (خیبرپختونخوا) سے جمیعت العلماء کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے بھرپور حصہ لیا اور حضرت عثمانیؒ کے معتمد خاص رہے۔

آپؒ نے اپنے قلم کے ذریعے بھی فرق باطلہ کا بھرپور تعاقب کیا،منکرین قرآن کے رد میں آپ کے مضامین سلسلہ وار''الحق'' میں شائع ہوتے رہے،زیرتبصرہ کتاب''پیرتاریک''بایزید انصاری انسائیکلوپیڈیا'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے،بایزید انصاری ایک خودساختہ باطل نظریات کی تحریک کے سربراہ تھے، جس کا دور تقریباً نویں یا دسویں صدی ہجری ہے، مغل دور حکومت میں ہندو تہذیب وتمدن اور فلسفہ کو جو غلبہ حاصل ہوا،اس میں بایزید انصاری جالندھری کی تحریک کو خاص اہمیت حاصل ہے، ان کے مرید انہیں ''پیرروخان'' یعنی ''روشن پیر'' کے نام سے پکارتے تھے جبکہ مخالفین انہیں ''پیرتاریک'' کے نام سے یاد کرتے۔ان کا مقابلہ حضرت سیدعلی ترمذی پیر باباؒ اور حضرت اخوندرویزہ باباؒ نے بھرپور انداز میں کیا اوران کے نظریات سے قوم کو آگاہ کیا،موجودہ دور میں بھی مارکسزم، نیشنلزم اور سوشلزم سے متاثر لوگ بایزید انصاری کو اپنا ہیروقرار دیتے ہیں، ان کے حق میں لکھتے بھی ہیں،مولانا مفتی مدرار اللہ مدرارؒ نے زیرتبصرہ کتاب میں اپنے دور کے انہی لوگوں کی تحریرات کا نہایت محققانہ انداز میں رد فرمایا ہے، کتاب سولہ ابواب ،ضمیمہ اوراشاریہ پر مشتمل ہے،بعض ابواب کے عنوانات اس طرح ہیں، مسئلہ کفرواسلام کی تحقیق اللہ تعالیٰ کے متعلق بایزید کا عقیدہ ،اللہ تعالیٰ کی شان میں بایزید کی بے ادبی، انبیا علیہم السلام کی شان میں گستاخی، بایزید اورقرآن، بایزید اور احادیث بایزید کے دعوے اورنظریات، پیر باباؒ کے حیات پر ایک نظر،اخونددرویزہ باباؒ کے حیات پر ایک نظر،

اخوند درویزہ باباؒ اور اکبر بادشاہ،اخوند درویزہ، بایزید اور خوشحال خان خٹک کے علمی گھرانے، غیر اسلامی عقیدوں سے توبہ کرنے کا طریقہ وغیرہ۔

کتاب کا آخری حصہ جناب اکرام اللہ شاہد صاحب کے قلم سے ہے،نیز حواشی بھی شاہد صاحب ہی کے تحریر کردہ ہیں،موصوف ،مصنف کتاب کے قابل فرزند اور جانشین ہیں،انہوں نے حضرت پیر باباؒ اور اخوند درویزہ باباؒ پر معترضین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ لیا ہے،نیز بایزید انصاری اور اخوند درویزہ باباؒ کی تصنیفات پر طائرانہ نظر کے عنوان سے تبصرہ بھی فرمایا ہے، کتاب پشتو زبان میں ہے،اسلئے پشتو پڑھنے والے حضرات ہی استفادہ کر سکتے ہیں (مبصر: مولانا سید حبیب اللہ حقانی)

- **فن سیرت اور علوم سیرت** (اشاعت خاص ماہنامہ تعمیر افکار کراچی)

مدیر: محترم سید عزیز الرحمٰن ضخامت: ۴۰۰ صفحات ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی

برصغیر پاک و ہند کے دینی رسائل و جرائد کا آغاز ہی سے یہ امتیاز اور خاصہ رہا ہے کہ امت و ملت کے محسنین پر خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کرتے ہیں،اس کے ساتھ ساتھ اہمیت کے حامل موضوعات پر بھی خصوصی اشاعتیں وقتاً فوقتاً شائع کراتے ہیں، ماہنامہ تعمیر افکار کراچی بھی اس سلسلے میں وقیع خدمات انجام دے رہے ہیں جس کی مختلف شخصیات اور موضوعات پر وقیع اشاعتوں نے اہل علم و دانش سے داد تحسین حاصل کیا ہے۔

زیر تبصرہ خصوصی اشاعت ''فن سیرت اور علوم سیرت'' کے عنوان سے معنون ہے جس میں مدیر محترم جناب سید عزیز الرحمٰن صاحب نے فن سیرت کے حوالے سے اہل علم و دانش کے مقالات و مضامین کو یکجا کر کے شائع کر دیا ہے جس میں ڈاکٹر محمود احمد غازی، پروفیسر سید محمد سلیم، پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی کے مقالات و مضامین قابل ذکر ہے اور اس خصوصی اشاعت کے نمایاں عنوانات درج ذیل ہیں سیرت اور علوم سیرت کا تعارف،فن سیرت کے مقاصد و آداب،سیرت نگاری کے ماخذ،سیرت نگاری کے مسائل،اردو سیرت کے مناہج و اسالیب یقیناً اپنے موضوع پر یہ کاوش لائق صد تحسین ہے،اہل علم وذوق کیلئے ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے۔

- **ختم نبوت اور رد قادیانیت** افادات: امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ

مرتب: مولانا عبداللہ انیس ضخامت: ۲۰۰ صفحات ناشر: مکتبہ امام اہلسنت شیرانوالہ گوجرانوالہ 0306 6426001

عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کے عقائد میں سے ایک بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے، ہر عہد کے

مسلمانوں نے بلاتفریق مسلک مل کراس عقیدہ کی حفاظت کی ہے، جان و مال کی قربانیاں دے کراس پر کسی قسم کا آنچ نہ ہونے دیا، انگریز دور استعمار میں انگریز ہی کے ایماء وتحریک پر برصغیر میں جب مرزا قادیانی نے دعوی نبوت کیا تو تو تمام مسلم امہ نے ہرمحاذ پر اس ناسور کا مقابلہ کیا، اکابر علمائے دیوبند نے تقریر وتحریر ہر دو میدانوں میں ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دی، انہیں اکابر میں سے ایک نام امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ کا بھی ہے، انہوں نے تقریر کے ساتھ تحریر کے میدان میں بھی اس کذاب کا مدلل انداز میں مقابلہ کیا، اس موضوع پر انہوں نے متعدد رسائل لکھیں زیرہ تبصرہ کتاب ''ختم نبوت اور رد قادیانیت'' انہیں رسائل کا مجموعہ ہے، جسے مجاہد ختم نبوت حضرت حافظ محمد ثاقب رحمہ اللہ کے پوتے مولانا عبداللہ انیس نے مولانا سرفراز خان صفدر مرحوم کی ختم نبوت اور قادیانیت کے موضوع پر منتشر، متفرق اور بکھرے مواد کو جمع کر کے ایک گلدستے میں سجایا اور عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے ایک مفید اور علمی لٹریچر کا اضافہ کر دیا اور اسے منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کی، یہ کاوش قابل صد تحسین اور مؤلف موصوف لائق داد ہے۔

● تدریس القرآن فی استفادة الطالبان مؤلف: قاری عبدالجبار مجاہد

ضخامت: ۳۵۸ صفحات ناشر: مکتبہ امام اہلسنت شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ رابطہ نمبر: 03066426001

قرآن کریم اللہ تعالی کی آخری کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے خود لی ہے، یہ کتاب ہر قسم کی تحریف لفظی معنوی سے محفوظ و مامون ہے، علماء وقراء حضرات نے اس کتاب کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھ کر اس کو سہل سے سہل انداز میں پیش کرنے کی سعی و کوشش کی ہے، قرآن کریم کے تلفظ وحروف کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے قرائے کرام نے ہر عہد میں تقریراً وتحریراً وقیع خدمات انجام دی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب تدریس القرآن فی استفادة الطالبان بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے قاری عبدالجبار مجاہد نے مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ کتاب درج ذیل موضوعات کا احاطہ کرتی ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم وتعلم کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی تدریس کس انداز میں موثر ثابت ہوسکتی ہے؟ تجوید، حفظ اور ناظرہ کا معلم کیسا ہونا چاہیے؟ معلمین کی بنیادی اوصاف کیا ہوں گے؟ متعلمین کی رہنمائی کس انداز میں ضروری ہے؟ معلم کن کن اوصاف کے حامل ہو؟ مہتممین کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں؟ والدین پر بچوں کی کیا ذمہ داری ہے؟ تجویدی قاعدہ پڑھانے کا کیا طریقہ

ہے؟ تجوید کی اہمیت کیا ہے؟ الغرض اس کتاب میں مؤلف موصوف نے اپنی تدریسی تجربات کو بہترین اسلوب میں پیش کیا ہے، یقیناً یہ کتاب تعلیم وتربیت کے ایک حسین گلدستہ ہے، تدرس سے وابستہ حضرات ضرور اس کا مطالعہ کریں، اساتذہ اور طلبا دونوں کیلئے یکساں مفید ہے۔

- أفضل التطبيق العصرى على مسائل القدورى مؤلف: مفتی محمد افضل اشاعتی

ضخامت: ۷۰۷ صفحات ناشر: مکتبۃ الایمان کراچی رابطہ نمبر 03212466024

ہمارے ہاں دینی مدارس اور وفاق المدارس کے نصاب میں شامل فقہ حنفی کی مشہور ومتداول کتاب مختصر القدوری کو متن المتون کی حیثیت حاصل ہے، اس اہم کتاب کی سینکڑوں شروحات، حواشی تعلیقات اور تسہیلات مختلف زبانوں (عربی فارسی اردو پشتو) میں لکھی گئے ہیں، ہر زبان اس عظیم المرتبت کتاب کے شروحات وتسہیلات سے مالا مال ہے أفضل التطبيق العصرى على مسائل القدورى بھی اس کی ایک شرح ہے تاہم اس کا انداز کچھ الگ ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں مفتی محمد افضل اشاعتی (مدرس جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا انڈیا) نے مفتی محمد جعفر ملی رحمانی صاحب اور مولانا محمد حذیفہ وستانوی صاحب کی نگرانی میں قدوری کے متون پر مسائل جدیدہ کو بڑے عمدہ انداز میں منطبق کرنے کی کوشش کی ہے، کتاب کے جس متن پر کوئی جدید مسئلہ منطبق ہوسکتا تھا تو اس میں مولف موصوف نے نہایت سلیقہ مندی سے تطبیق کی ہے اور ساتھ وجہ انطباق کو بھی عمدہ انداز میں بیان کیا ہے یعنی نظائر قدیمہ پر مسائل جدیدہ کی تطبیق کی ہے، مسائل جدید کو فقہ النوازل یا مسائل النوازل بھی کہا جاتا ہے لہٰذا مؤلف موصوف نے مقدمہ النوزال کے نام سے ایک وقیع مقدمہ بھی اس کے شروع میں لکھا ہے جس میں النوازل کی اہمیت اور دیگر مباحث پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، یقیناً قدوری کے طلبہ کو نوازل جدیدہ سے آگاہ کر دینا اور مسائل جدید سے واقف کرانا ایک علمی خدمت ہے، مؤلف موصوف کا یہ ایک انوکھا، انمول اور بے مثال کارنامہ ہے، یہ کتاب جدید مسائل کے حل میں نہ صرف مختصر القدوری پڑھنے اور پڑھانے والے اساتذ وطلبہ کیلئے ایک قیمتی سوغات ہے بلکہ مفتیان کرام اور دار الافتاء سے وابستہ اہل علم حضرات کیلئے بھی عظیم اور نادر تحفہ ہے، اللہ تعالی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے (آمین)